ماہنامہ
ترجمان اہلسنت
کراچی
ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

اغراض و مقاصد

جماعت اہلِ سنت پاکستان رجسٹرڈ

- تبلیغ اسلام اور اُمّت مسلمہ میں اتحاد پیدا کرنا۔
- سوشلزم و کمیونزم کے خلاف منظم تحریک چلانا۔
- دینی کتب و رسائل شائع کرنا۔
- مذہبی علوم کی اشاعت کے لئے مدارسِ دینی قائم کرنا۔
- مساجد کی تنظیم کر کے ائمہ کا انتظام کرنا۔
- غیر اسلامی رسوم کے خاتمہ کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا۔
- ایسی لائبریریوں کا انتظام کرنا جن میں علماء اہلِ سنت کی بہترین کتابیں موجود ہوں۔
- اہلِ سُنّت کے مدارس، کتابوں اور رسائل سے عوام کو متعارف کرانا۔
- خدمتِ دین اور عقائدِ اہلِ سُنّت کی تشہیر کیلئے ہر مفید اقدام کرنا۔

کتبہ یوسف عزیز

ماہنامہ
ترجمان اہلسنت
کراچی
جلد ۳
شمارہ ۹
اعلیحضرت نمبر
مدیر وناشر :- مولانا جمیل احمد نعیمی
مجلس ادارت :- حافظ محمد تقی - احمد میاں برکاتی
صفر المظفر ۱۳۹۴ھ
مارچ ۱۹۷۴ء
قیمت فی پرچہ ؛ زرسالانہ ؛ ششماہی
۱/۲۵ روپے ۱۲ روپے ۶ روپے
دفتر :- ۲۷ - محمدی مینشن مارسٹن روڈ کراچی
فون نمبر ۷۲۷۲۲

اس ترجمان میں

آئندہ شمارہ سے ہم آپ کی آراء کی روشنی میں آپ کے ترجمان میں تبدیلیاں لانے کے خواہش مند ہیں۔ اپنی معقول اور قابل عمل تجاویز اپنی پہلی فرصت میں ہمیں روانہ کیجئے تاکہ یہ ماہنامہ "آپ کا ترجمان" بن کر نئے اور اچھوتے انداز میں پیش کیا جاسکے۔

(ادارہ)

مدیر و ناشر مولانا جمیل احمد نعیمی نے مشہور آفسٹ پریس کراچی سے چھپوا کر

۲۷۔ محمدی منشن مارسٹن روڈ کراچی سے شائع کیا۔ فون ۲۲۲۲۷۲

اداریہ

قابلِ تقلید

جمعیت علمائے پاکستان نے گذشتہ دنوں مشرقی پاکستان سے آنے والے بے سہارا طلباء وطالبات کو تعلیمی وظائف دیئے۔ اس مقصد کے لئے قائم کردہ جمعیت علمائے پاکستان کی تعلیمی وظائف کمیٹی کو ۴۰۵ درخواستیں موصول ہوئی تھیں۔ کمیٹی کو درخواست دینے والے تمام طلباء اگرچہ امداد کے مستحق تھے لیکن اپنی اس مشکل کو دور کرنے کے لئے کہ تعلیمی فنڈ میں ان تمام طلباء وطالبات کی امداد کے لئے رقم نہیں تھی تعلیمی وظائف کمیٹی نے اپنے سربراہ پروفیسر شاہ فرید الحق کی سربراہی میں اپنی کئی نشستوں میں انٹرویو لئے اور ۲۲۵ طلباء کا انتخاب کیا۔

مشرقی پاکستان کے تباہ حال وپریشان طلباء کو تعلیمی وظائف دینے کا پروگرام جمعیت کی کراچی شاخ نے مولانا شاہ احمد نورانی کی ہدایت پر مرتب کیا تھا۔ اس نیک کام میں جمعیت کراچی رہنماؤں نے بڑی محنت وجانفشانی سے کام کیا۔ یہاں ہم دوسروں کے علاوہ تعلیمی وظائف کمیٹی کے ارکان جناب خان محمد پراچہ اور جناب حیات محمد پراچہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کریں گے۔ جن کے بھرپور تعاون سے جمعیت طلباء کی اتنی بڑی تعداد کو وظائف دینے کے قابل ہو سکی۔ مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان اور پاکستان کے طلبا کی ایک فعال تنظیم انجمن طلباء اسلام (پاکستان) نے بھی اس کام میں بڑی تندہی سے کام کیا۔

جمعیت علماء پاکستان نے اپنے قیام سے اب تک کے مختصر سے عرصہ میں جہاں سیاسی میدان میں دوسری بڑی قدیم اور منظم جماعتوں کو پیچھے چھوڑا وہاں عوام کی سماجی خدمت میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہی۔ ہمیں یہاں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ جمعیت علمائے پاکستان نے کسی باقاعدہ فنڈ کے بغیر مشرقی پاکستان کے طلباء کی اتنی بڑی تعداد کی مالی امداد کا جو قابل تقلید کارنامہ انجام دیا ہے اس سے دوسری سیاسی سماجی جماعتوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اپنے سیاسی جھمیلوں سے نکل کر عوام کی صحت مند خدمت کے پروگرام تیار کرنے چاہئیں۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے جب ہمارے اعمال کے نتیجہ میں ہمیں سیلاب کی بلا سے دوچار ہونا پڑا تو اسوقت بھی جمعیت علماء پاکستان نے پنجاب وسندھ میں مثالی خدمات انجام دیں۔

اب معلوم ہوا کہ جمعیت نے مشرقی پاکستان سے آنے والی بیواؤں اور دیگر ضرورت مندوں کے لئے سلائی کی مشین دینے کا پروگرام بنایا ہے۔ اس پروگرام کی کامیابی کا دارومدار مالی تعاون پر ہے ہم اہل خیر حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ازخود جمعیت سے رابطہ قائم کر کے اس پروگرام کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

مرکزی رویت ہلال

قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی قائم کرکے ایک مستحسن اقدام کیا ہے قارئین ترجمان کو یاد ہوگا کہ جب صوبائی اسمبلی میں رویت ہلال کے مسئلہ پر اپوزیشن کے خلاف قرارداد مذمت پیش کی گئی تھی تو پروفیسر شاہ فرید الحق نے حکومت کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ..... لعن وطعن اور دشنام طرازی کی مہم چلانے کی بجائے رویت ہلال کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے طے کرنے کی کوشش کرے اور ایک ایسی رویت ہلال کمیٹی قائم کرے جو پاکستان کے مقتدر علماء پر مشتمل ہو۔ اور اس کمیٹی میں مسلمانوں کے تمام طبقوں کے نمائندے شامل کئے جائیں۔ پروفیسر شاہ فرید الحق کی یہ تقریر ترجمان کے ان صفحات میں شائع ہو چکی ہے اور اس سے خود بخود یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ علماء مسلمانوں کی عید کا مزہ کرکرہ کرنا نہیں چاہتے تھے وہ تو اس مسئلہ کا شرعی حل چاہتے تھے اور انھوں نے اس ضمن میں جب بھی کوئی فیصلہ کیا تو وہ شرعی تقاضوں کو سامنے رکھ کر کیا۔ مرکزی وزیر اطلاعات ونشریات حج واوقاف مولانا کوثر نیازی نے جب پہلی بار رویت ہلال کمیٹی کے بارے میں قرارداد پیش کی تو اس وقت بھی مولانا شاہ احمد نورانی نے نفس موضوع سے کسی قسم کے اختلافات کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ کرتے بھی کیوں جبکہ یہ تجویز سب سے پہلے انہی کی جماعت کے ایک مقتدر رہنما نے انہی کی ہدایت پر پیش کی تھی۔ مولانا نے یہ کہا تھا کہ کمیٹی کے ارکان مستند علماء ہونے چاہئیں اور کسی بھی وزیر کو اس کمیٹی کا سربراہ نہیں ہونا چاہیئے۔ ان تجاویز پر حالانکہ پہلی بار کافی ہنگامہ ہوا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ جب دوسری مرتبہ یہ قرارداد ایوان کے سامنے پیش ہوئی تو حضرت شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفےٰ ازہری کی یہ ترامیم منظور کرلی گئیں کہ کمیٹی کے ارکان کا انتخاب محض شورہ سے نہیں بلکہ اتفاق رائے سے کیا جائے کمیٹی اپنا سربراہ خود منتخب کرے گی اور وزیر اوقات محض میٹنگ بلانے کے لئے کنویز کے فرائض انجام دیں گے ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت نے ان تجاویز کو تسلیم کرکے نہ صرف فراخدلی کا ثبوت دیا بلکہ تدبر کا ثبوت دیتے ہوئے مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی۔ اگر حکومت تمام معاملات میں اسی قسم کے طرز عمل کا مظاہرہ کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک وقوم کے بہترین مفاد میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف مل کر تصفیہ طلب امور کو طے نہ کرسکیں۔

مرکزی رویت ہلال کمیٹی میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نمائندے لئے گئے ہیں۔ سواد اعظم کے نمائندے کی حیثیت سے اس کمیٹی میں ہم سید محمود احمد رضوی۔ صاحبزادہ سید کرم شاہ۔ مولانا شاہ عارف اللہ قادری۔ مولانا سید پیر ہاشم جان سرہندی کی شمولیت کا خیر مقدم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کے قیام سے رویت ہلال کا دیرینہ مسئلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے گا۔

اسلامی مشاورتی کونسل

آئین میں دی گئی اس ضمانت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام مروجہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے گا۔ حکومت نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی سربراہی میں اسلامی مشاورتی کونسل قائم کردی ہے۔ کونسل کے سربراہ سمیت ۱۳۔ ارکان ہوں گے جن میں سے دس کے ناموں کا اعلان کردیا گیا ہے۔ دو ارکان بعد میں نامزد کئے جائیں گے۔ دستور کی متعلقہ شق میں دیئے گئے متن کے معنیٰ اور مفہوم کے مطابق کونسل کے چار ارکان لازمًا ایسے ہوں گے جنھیں تبلیغ اور تحقیق و جستجو کا پندرہ سالہ تجربہ ہوگا کونسل کے تمام ارکان ظاہری اور عصری علوم میں دستگاہ رکھنے کے ساتھ اسلامی علوم و فقہ پر مکمل عبور رکھتے ہونگے۔

مرکزی رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل میں جو جذبہ کارفرما نظر آتا ہے وہ ہم نے اسلامی مشاورتی کونسل کی تشکیل میں مفقود پایا ہے۔ یہ بات یقینًا بہتر ہوتی کہ اس کونسل کے قیام میں بھی مفاہمت اور اتفاق رائے کا مظاہرہ کیا جاتا۔ ویسے بھی اس کونسل میں ایسے افراد کو شامل کرکے جن کا درس وتدریس کا تجربہ پندرہ سال سے کہیں کم ہے اور بعض ایسے حضرات جو رومن لاء کی باریکیاں جانتے اور دساتیر عالم پر دسترس تو ضرور رکھتے ہیں لیکن فقہہٰ اسلام کی روشنی میں اجتہاد کی صلاحیت سے محروم ہیں شامل کرکے دستور کی روح کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ جمیعت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی اور قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے دیگر رہنماؤں نے بھی بجا طور پر تحریک التواء کے ذریعے اس دستوری انحراف پر توجہ دلائی ہے۔

ہم وزارت قانون اور پارلیمانی امور سے یہ اپیل کریں گے کہ وہ اسلامی مشاورتی کونسل پر نظرثانی کرے اور ازسرنو مرتب کرتے ہوئے ایسے افراد کو نامزد کرے جو جدید و قدیم علوم پر حاوی ہوں۔ کافی تجربہ رکھتے ہوں اور حکومت و پارلیمان کا سختی سے محاسبہ کرنے کی جرأت رکھتے ہوں۔ ایسے افراد کو اس کونسل میں شامل نہ کیا جائے جو ہر دور میں برسر اقتدار افراد کی حاشیہ برداری کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ اور جنکی دینی حیثیت پر عوام کو اعتماد نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کونسل پر ایک اہم ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ اسلام سے متصادم ہر قانون ہی کے لئے نہیں بلکہ پالیسی کے بنیادی اصولوں پر عملدرآمد کے سلسلے میں بھی اس کونسل کا دائرہ کار وسیع رکھا گیا ہے سب سے زیادہ افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اس کونسل میں سواد اعظم اہلسنت کے کسی مستند نمائندے کو شامل نہیں کیا گیا اور اس طرح ملک کی عظیم اکثریت کی حق تلفی کی گئی۔

ہم توقع رکھتے ہیں کہ اس کونسل سے غیر پسندیدہ افراد کی تطہیر کی جائے گی اور جو دو مزید علماء نامزد کرنا باقی ہیں انھیں سواد اعظم اہلسنت وجماعت سے لیا جائے گا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی

مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ

البتہ ہم آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نہ بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے بے شک وہ بلند آواز

وَ مَا یَخْفٰى ۝ وَ نُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰى ۝ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝

اور پوشیدہ آواز کو جانتا ہے اور آپکے لئے ہم آسان راستہ آسان کردیں گے اور آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے

سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰى ۝ وَ یَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِیْ یَصْلَى

عنقریب نصیحت حاصل کریگا جو ڈرتا ہے، اور بچار ہے گا جو بڑا بد قسمت ہو گا وہ جو بڑی آگ

النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَ لَا یَحْیٰى ۝

میں داخل ہوگا پھر تو اس میں مرے گا اور نہ جئے گا۔

تفسیر ان آیات کا تعلق قرآن حکیم کی حفاظت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ہر مرحلہ میں اپنی عنایت کاملہ سے محفوظ رکھا ہے، کیونکہ بقاء اس مقدس کتاب کا مقدر بن چکی ہے، اسکی ابتدا "لوح محفوظ" سے ہوئی۔ اسکو روح الامین، یعنی امانت دار فرشتے (جبریل) کے سپرد کیا گیا، اس فرشتے نے پوری ذمہ داری سے اس کتاب کی قراءت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی، جو عقل کل ہیں، جب ان کے سامنے قراءت ہوتی تو وہ اسکو محفوظ کرنے کے انتہائی جذبۂ کوشش سے سرشار ہو کر جبریل سے سنے ہوئے ہر لفظ کو بار بار دہراتے اور بڑی مشقت و کلفت اٹھاتے، مگر وہ خدا کے محبوب تھے اس نے پسند نہ فرمایا کہ وہ اس کتاب کو یاد کرنے کی تکلیف برداشت کریں، اسلئے فرمایا سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى یعنی ہم آپ کو پڑھائیں گے اور آپ اس کو بھولیں

گے نہیں، پہلے لفظ میں اِس شبہ کو دور کیا ہے کہ جبریل، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معلّم یا استاذ ہیں، دوسرے، میں آپ کو تسلّی دی گئی ہے کہ جو قرآنی الفاظ آپ نے سن لئے ہیں ان کو آپ اس طرح نہیں بھولیں گے جس طرح کوئی، انسان بشری کمزوری اور حافظہ کے ضعف کی وجہ سے بھول جاتا ہے، بلکہ آپ اگر بھولیں گے تو اس کی وجہ محض یہ ہوگی کہ ہم خود اس آیت کو منسوخ کرنا چاہتے ہیں، ہمارے آقا و مولا صلے اللہ علیہ وسلم کے "نسیان" کی شان بھی عجیب ہے ہمارا "نسیان" شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور آپ کا نسیان رحمان کی طرف سے تھا، اس لئے وہ سراسر خیر ہوتا تھا بلکہ آپ کے نسیان سے اُمّت کے لئے شریعت کی راہیں کھلتی ہیں ایک موقع پر حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں بھولتا نہیں ہوں"، مجھے بھلایا جاتا ہے تاکہ سنت قائم ہو"،

زمخشری اور فراء نے اس استثناء کو محض محاوراتی استثناء قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ نسیان کی کلی نفی ہے اور مقصود یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم قطعًا نہیں بھولتے[1] آیت نمبر ۷ میں فرمایا گیا کہ آپ قرآن حکیم کو بآواز بلند پڑھیں یا پست آواز سے خدا ہر ایک کو جانتا ہے، اس آیت سے ذکر جہری اور ذکر سری دونوں کا جواز معلوم ہوا، آیت نمبر ۸ میں "یُسریٰ" مراد شریعت اسلامیہ ہے جو سراسر آسان ہے، قرآن حکیم میں اس شریعت کے متعلق ارشاد ہوا ما جعل علیکم فی الدین من حرج، اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، آیت نمبر ۹ اور ۱۰ میں آپ کو حکم دیا گیا کہ قرآن حکیم کے ذریعہ جو نصیحت کا خزانہ آپ کو ملا ہے وہ دوسروں میں بھی تقسیم فرمائیے، اور "ان نفعت الذکریٰ" کی شرط محض قریش کو زجر و توبیخ کے لئے ہے ورنہ نصیحت سے نفع کا ہونا لازم ہے، کسی نہ کسی کو ضرور نفع ہوتا ہے، اگر زائد کو نہیں تو کم کو ہوگا، اگر ایک آدمی بھی کسی مبلغ، کی تمام زندگی کی کوششوں کے نتیجہ میں ہدایت پا جائے تو مبلغ کامیاب و کامران ہو گیا، پھر فرمایا نصیحت حاصل کرنا انہی کے مقدر میں ہے جو خدا کا خوف اپنے دلوں میں رکھتے ہیں، شاید اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ مبلغ کو سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف اور اس کی خشیت پیدا کرنی چاہیئے۔ پھر دین کی، تفصیلات کی طرف غور کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا گیا کہ "اشقیٰ" نصیحت حاصل کرنے سے دور رہے گا۔ دل کی شقاوت اور سختی اور اس کا خدا کے خوف سے خالی ہونا، نصیحت سے بُعد کا سب سے بڑا سبب ہے، آیت نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں ایسے بد بختوں کا ٹھکانہ بتایا گیا ہے کہ وہ جہنم میں اس بُری حالت میں ہمیشہ رہیں گے کہ نہ موت ہی آئے گی اور نہ یہ زندگی اپنے مصائب کی بناء پر اس لائق ہوگی کہ اُسے زندگی کہا جائے۔

(باقی آئندہ)

---

[1] البحر المحیط ص ۴۵۹/۸ ـ

مولانا محمد علی لطفی

اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت :- ۱۲۷۲ھ — ۱۸۵۶ء
وفات :- ۱۳۴۰ھ — ۱۹۲۱ء

مولینا احمد رضا خاں بریلوی ولد مولوی نقی علی خاں بریلی (روہیل کھنڈ) میں ۱۰ شوال بروز ہفتہ ۱۲۷۲ھ میں تولد ہوتے، مولانا احمد رضا خاں کے جدِ امجد مولوی رضا علی خاں کو خواب میں بشارت ہوئی کہ یہ فرزند فاضل و عارف ہوگا۔

مولانا مرحوم فطری طور پر غیر معمولی ذہین تھے، قدرت نے حافظہ بھی بلا کا عطا کیا تھا، چار سال کی عمر میں قرآنِ حکیم ختم کر لیا، اور ۶ چھ سال کی عمر شریف تھی کہ ماہ ربیع الاوّل، میں کثیر مجمع کے سامنے رسالہ میلاد شریف منبر پر بیٹھ کر، بے تکلف پڑھا۔ درسِ نظامیہ کی کتب اپنے والد ماجد مولوی نقی علی خاں سے پڑھیں، اور ۱۲۸۶ھ میں سندِ فراغت حاصل کی صاحبزادے کی علمی صلاحیت دیکھ کر والد ماجد نے فتوے نویسی کی خدمت سپرد کر دی جو عمرِ عزیز کے آخری دم تک بحسن و خوبی انجام دی، ۱۲۹۴ھ میں شاہ آلِ رسول کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور سلاسل اربعہ کی اجازت وخلافت اور علمِ حدیث کی سند حاصل کی، ۱۲۹۵ھ میں اپنے والد ماجد کی رفاقت میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں کے مشہور علماء سید احمد دہلانی مفتی شافعیہ، عبد الرحمٰن معراج مفتی حنفیہ وغیرھم سے علوم حدیث، فقہ، اصول، تفسیر کی سندیں بھی حاصل کیں،

مقام ابراہیم میں ایک مرتبہ نماز مغرب ادا فرما رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل مولینا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کو بغیر کسی سابق تعارف کے ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان لے گئے اور دیر تک مولینا کی پیشانی پر ہاتھ رکھے رہے اور فرمایا "انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین"، میں اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں"، اس کے بعد ازراہِ شفقت صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا تمہارا نام ہم نے ضیاء الدین احمد رکھا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

مکہ معظمہ میں اپنے استاد محترم شیخ جمل اللیل کے ارشاد کی تعمیل میں کتاب جوہرہ مضیئہ کی شرح دو دن میں لکھی یہ کتابچہ شافعی مسلک کے مطابق مناسکِ حج پر مشتمل ہے اور شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے، مولانا مرحوم نے جوہرہ مضیئہ کے ترجمہ کا نام النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوھرۃ المضیئہ رکھا اور شیخ جمل اللیل کی خدمت میں پیش کی، شیخ نے تحسین فرمائی اور دعا دی۔

مدینہ منورہ کی حاضری میں مفتی شافعیہ کے صاحبزادے محمد بن محمد طرب نے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی دعوت کی،

کھانے کے درمیان جنت البقیع کے مدفونین کی افضلیت کے مسئلہ پر علمی گفتگو رہی۔

بریلی یوں تو روہیلوں کے زمانہ سے مشہور ہے، لیکن مولانا احمد رضا خاں صاحب کی عالمگیر مقبول شخصیت کی وجہ سے اکناف واطراف ہندو پاکستان میں اسکی شہرت مزید ہو گئی اور اس نسبت سے بریلوی مسلک ایک مستقل مسلک قرار پایا۔

مولانا مرحوم نے بہت سی کتابیں اور رسالے تصنیف فرمائے، مندرجہ ذیل مولانا مرحوم کی تصنیفات کی ایک مختصر فہرست قارئین کی معلومات کے لئے درج کی جاتی ہے۔

۱۔ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ
۲۔ سلطنۃ المصطفیٰ فی کل الوریٰ
۳۔ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین
۴۔ السمع والطاعۃ لاحادیث الشفاعۃ
۵۔ تلالؤ الافلاک بجلال حدیث لولاک
۶۔ القیام المسعود بتنقیح المقام المحمود
۷۔ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین
۸۔ البحث الفاحص عن طرق حدیث الخصائص
۹۔ ھدی الحیران فی نفی الفیٔ عن شمس الاکوان
۱۰۔ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام
۱۱۔ قصیدہ معراج النبی صلے اللہ علیہ وسلم[1]

مندرجہ بالا، مولانا مرحوم کی تصنیفات جو سید المرسلین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص واوصاف سے متعلق ہیں ان کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کے عشق رسول کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اور انھیں بلند پایہ تصنیفات کو دیکھ کر، حضرات علمائے دیوبند کے شیخ اور پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس اظہار پر مجبور ہوئے مولانا احمد رضا خاں بریلوی فنافی الرسول ہیں

اہل بیت اور صحابہ کرام سے متعلق حضرت کی تصانیف

۱۔ احیاء القلب المیت بنشر مناقب اہل بیت
۲۔ ظلال السحابہ فی جلال الصحابہ
۳۔ دفع العروش الخاویہ من ادب الامیر المعاویہ
۴۔ الاحادیث الراویہ لمناقب الصحابی معاویہ

نزاعی مسائل سے متعلق اعلیٰحضرت کی تصنیفات

۱۔ حیات الموات فی سماع الاموات
۲۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین
۳۔ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء
۴۔ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ

فقہ کے متعلق اعلیٰحضرت کی چند تصانیف

۱۔ عبقری حسان فی اجابۃ الاذان
۲۔ حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ
۳۔ ازکی الہلال فی ابطال ما احدث الناس فی امر الہلال
۴۔ الاحلیٰ من السکر لطلبۃ سکر روسر[ع۱]
۵۔ جودی القری لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القری

---

[1] قصیدہ کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔ وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے ۔ نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کیلئے تھے۔

[ع۱] روسر انگریز تجار کی ایک جماعت کا نام ہے جس نے شاہجہان پور میں شکر وقند کا ایک کارخانہ قائم کیا تھا جس میں جانوروں کی ہڈیاں جلا کر انکے کوئلوں سے شکر صاف کی جاتی تھی۔

٦ - النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ

٧ - جمل مجلیہ فی ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ

٨ - الامر باحترام المقابر

٩ - البارقۃ اللمعا علی طاغ نطق بکفر طوعا

١٠ - المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ

١١ - احکام الاحکام فی التناول من ھد من لہ حرام

١٢ - فصل القضاء فی رسم الافتاء

١٣ - العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

(١٢ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے)

اولیاء اللہ سے متعلق حضرت کی تصانیف

١ - الاہلال بفیض الاولیاء بعد وصال

٢ - اظہار الانوار من تمیم صلوٰۃ الاسرار

٣ - ازہار الانوار من ضیاء صلوٰۃ الاسرار

٤ - طوالع النور فی حکم السراج علی القبور۔

٥ - مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم۔

حضرت کی فن حدیث سے متعلق تصانیف

١ - النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب۔

٢ - نور عینی فی الانتصار للامام العینی

٣ - الروض البہیج فی آداب التخریج

تفضیل شیخین، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق سے متعلق تصانیف

١ - منتہی التفصیل لمبحث التفضیل

٢ - مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین

٣ - الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقیٰ

٤ - الکلام البہی فی تشبیہ الصدیق بالنبی

٥ - وجہ المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق

متفرق موضوع پر حضرت کی تصانیف

١ - مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید

٢ - اعتبار الطالب بمبحث ابی طالب

٣ - السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور۔

٤ - نور الاہال فی الاوفاق والاعمال

٥ - ما قل وکفیٰ من ادعیۃ المصطفیٰ

جہاں تک کتب کے مطالعہ سے حضرت کی تصنیفات، معلوم ہو سکیں، اس مضمون میں درج کر دی گئی ہیں، اور یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کتب کے علاوہ بھی حضرت کی مزید تصنیفات ہیں۔ جو کسی دوسرے مضمون میں پیش کی جائیں گی۔

افسوس کہ رشد وہدایت کا یہ روشن چراغ جس سے برسوں تک طالبین حق نے ہدایت حاصل کی، ٢٥ صفر ١٣٤٠ھ مطابق ١٩٢١ء کو ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔

مولینا رحمۃ اللہ علیہ نے دو صاحبزادے مولوی حامد رضا خاں اور مولوی مصطفیٰ رضا خاں یادگار چھوڑے جن میں سے اول الذکر کا انتقال ہو چکا اور دوسرے صاحبزادے مولوی مصطفیٰ رضا خاں اپنے وطن بریلی میں سکونت رکھتے ہیں۔

از:- اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب۔ رحمۃ اللہ علیہ

ہے میرے آقا کا دہن پھول

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول ، ✵ لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول ✵ اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول ،

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا ، ✵ تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول ،

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ ✵ مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول ،

دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت ✵ کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول

شب یاد تھی کن دانتوں کی شبنم کہ دمِ صبح ✵ شوخانِ بہاری کے جڑاؤ ہیں کرن پھول

دندان و لب و زلف و رُخِ شہ کی ندائی ، ✵ ہیں دُرِّ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا ، ✵ اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی ،

زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

✵

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

(نعتیہ شاعری)

سید انور علی ایڈووکیٹ

خیالات کو الفاظ میں بیان کرنے کا نام نثر ہے۔ اور اگر بیان ایک مخصوص مترنم ترتیب کے ساتھ ردیف و قافیہ کی قیود میں ہو تو اسکو نظم کہتے ہیں۔ نظم حسن و عشق کی معاملہ بندی، تعریف و توصیف، ہجر و وصال اور وارداتِ قلبی پر مشتمل ہو تو غزل کہلاتی ہے اور دراصل غزل ہی شاعری کی جان ہے۔ اور اگر غزل میں معاملاتِ حسن و عشق کا تعلق محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو وہ نعت بن جاتی ہے اور یہ غزل کی ارفع و اعلیٰ منزل ہے کہ اس میں وارداتِ قلبی کے ساتھ ساتھ پاکیزگیٔ نفس، مقاماتِ نبوت اور حفظِ مراتب کا لحاظ از حد ضروری ہے اسطرح بیان کی گنجائش کم سے کم ہو جاتی ہے اور پھر اس تنگنائے حرف و بیان میں معانی آفرینی پیدا کرنا اور وسعتِ جذبات اور خیالات کو سمونا یقیناً فنِ شاعری کا کمال ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری میں محض نعت گو شعرا صرف دو چار ہی ملیں گے اور یہی کیفیت فارسی اور عربی شاعری کی بھی ہے۔ عربی میں مشہور صحابی حسان بن ثابت عبد اللہ بن رواحہ، کعب بن زبیر اور امام بوصیری (مصنف قصیدہ بردہ) کا نام قابلِ ذکر ہے اور فارسی میں جامی، سعدی، رومی اور قدسی نعت گوئی میں مشہور ہوتے۔ اردو میں نیاز بریلوی، امیر مینائی، احمد رضا خاں اور ضیاء القادری مشہور نعت گو شعرا میں سے ہیں اگرچہ ان کے علاوہ عبد الصمد کلیم علیگڑھی اور ان کے شاگرد میر سید علی شائق دہلوی بھی صاحبِ دیوان نعت گو شعرا میں سے ہیں مگر ان کی شہرت کچھ زیادہ نہ ہو سکی۔

دراصل جذبات کی وارفتگی، احساسات کی شدت اور اظہارِ واردات کی بے تابی جب حرف و بیان سے ہم آغوش ہوتی ہے تو عقل و فہم اور ادب و لحاظ کی تمام بندشیں ٹوٹ کر رہ جاتی ہیں۔ اور شاعر بے تکلف یہاں تک کہہ جاتا ہے کہ:

> اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
> جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمد سے (معاذ اللہ)

مگر اس کا نام غلو ہے اور غلو بہر حال اس حد تک جائز نہیں کہ حفظِ مراتب کی حدود پامال ہو جائیں اور انسان عشق و محبت کے دھوکے بھی ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول کریم اشرف الانبیاء افضل الخلائق اور خیر البشر ہیں۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام تک پہنچے جہاں فرشتۂ عالی مقام جناب جبریل علیہ السلام بھی نہ جا سکے مگر اس سب کے باوجود آپ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ بھی ملا وہ اللہ تعالےٰ کا انعام ہے اور آپ کی محبت ہمارے لئے جزوِ ایمان ہے مگر آپ کی محبت دراصل آپ کی اطاعت میں ہے۔ اور محبت اور اطاعت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اطاعت بے محبت

لاحاصل اور محبّت بے اطاعت بے معنی ہے ۔ یہی وجہ ہے
کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ اپنے رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے ۔ اور فرمایا ہے کہ
اگر تم کو میری محبّت منظور ہے تو میرے رسول کی اطاعت
کرو میں تم سے محبّت کروں گا ۔ اس سے ثابت ہوا کہ محبّت
اطاعت کی دلیل ہے اور اطاعت ہی مقامِ محبوبیت
تک پہنچاتی ہے ۔

دراصل محبّت اس بات کی متقاضی ہے کہ محبوب کی
اطاعت کی جاتے اور عاشقِ صادق کی حقیقت یہی ہے جو
اپنی زندگی کو اپنے محبوب کی مرضی کا تابع کردے ۔ جو محبوب
کہے وہ کرے اور جو محبوب چاہے اسکے حصول میں کوشاں
ہو ۔ محبوب اگر کہے کہ اپنے بیوی بچوّں کو لق و دق ، بے آب
وگیاہ اور غیر آباد صحرا میں چھوڑ آؤ تو بے تردّد چھوڑ آئے اور اگر
محبوب حکم دے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو میرے نام پر قربان
کر ، تو بے تکلّف اُسکی گردن پر چھری رکھدے ۔ اور اگر لوگ
اس کو محبت کی پاداش میں آگ میں پھینک دیں تو اُف
نہ کرے ۔ اس حد تک مرضیٔ محبوب کی اطاعت ہو تو
مقامِ محبّت عطا ہوتا ہے اور محبوب خود اسکو بے تکلّف
اپنا دوست بنانے کا اعلان کر دیتا ہے ۔ تو اس سے یہ
ظاہر ہوا کہ درحقیقت اطاعت ہی دلیلِ محبت ہے وہ
محبّت جس میں اطاعت نہ ہو اور وہ اطاعت جس میں محبّت
نہ ہو حقیقت میں ایک فریب ہے اور لاحاصل ہے ۔
چنانچہ نعت گوئی کا کمال یہ ہے کہ عشقِ رسالت کے ساتھ
ساتھ اطاعتِ رسول بھی ملحوظ ہے ۔

محبّت علم سے پیدا ہوتی ہے ۔ انجان چیز کے لئے
محبّت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا انسان جس چیز کو نہیں
جانتا اُس سے محبّت کیسے کر سکتا ہے ۔ چنانچہ اوّل چیز
کسی چیز کا جاننا ہے ۔ اور جسقدر کسی چیز کی خوبیاں سامنے
آتی جاتی ہیں اسکی طرف خود بخود رغبت میں اضافہ ہوتا
جاتا ہے ۔ اور یہ ایک فطری چیز ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے
انسانی فطرت میں چند مخصوص جبلتیں رکھی ہیں اُن میں
ایک جبلت محبّت کی بھی ہے چنانچہ یہ ایک فطری امر ہے
کہ جب کسی انسان کی خوبیاں خواہ وہ حسن کی ہوں یا
سیرت و کردار کی معلوم ہوتی ہیں تو دوسرے انسانوں
میں اُس سے فطری لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور پھر یہ لگاؤ ،
آہستہ آہستہ محبّت و عشق کی منزل تک پہنچ جاتا ہے
اور ایک وقت وہ بھی آجاتا ہے کہ محب محبوب کی
شخصیت میں بالکل گم ہو کر رہ جاتا ہے اور یہی مقام ،
مقامِ عشق محبت ہے ۔ محبت جب مقصدِ تخلیق یعنی
اطاعت سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے تو اطاعت میں
خلوص ، بے لوثی ، یکسوئی اور فنائیت جیسی ارفع و
اعلےٰ صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور یہی اطاعت کی معراج
ہے ۔ جو انسان کو مقامِ محبوبیت تک ۔ پہنچا دیتی ہے اور یہ
مقام ہمارے آقا و مولا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اس دنیا
ہی میں مخصوص ہوا ۔ اس مقام پر اگر محبوب خود اپنے محب
کا ثنا خواں بن جاتا ہے اور اس کو عبدیت کا اعلیٰ ترین مقام
یعنی مقامِ محمود عطا کرتا ہے اور یہ مقام بھی آپ ہی کے لئے
عالمِ آخرت میں مخصوص ہے ۔

چنانچہ ان ارفع و اعلےٰ مقامات کے پیشِ نظر جو
آپ کو اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائے آپ کی محبّت اور
اطاعت کے ساتھ ساتھ آپ کا ادب بھی نہایت
ضروری ہے آپ کی ذاتِ گرامی وہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے نام سے کہیں نہیں پکارا۔
اگرچہ دوسرے تمام انبیاء کا نام بے تکلف قرآنی آیات میں
لیا گیا مگر آپ کو ہر مقام پر رسول کہہ کر خطاب کیا گیا
اور اگر کسی مقام پر آپ کا نام نامی لیا بھی گیا تو اُسکے ساتھ
"رسول" یا "رسول اللہ" کے الفاظ بھی استعمال کئے گئے۔ آپ
کی خدمتِ اقدس میں جبریل امین بھی تعظیم کے ساتھ آتے
تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حضور اُونچی آواز سے گفتگو
ممنوع قرار دی، آپ کو حجرے شریف کے باہر سے ا
آواز دے کر بلانے کی ممانعت فرمائی اور آپ کی مجلس
سے بغیر اجازت اُٹھ کر چلے جانے کو منع کیا۔

محبت، اطاعت اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوتے
شعر کہنا اور وارداتِ قلب کو قلم بند کرنا آسان بات نہیں۔
یہ وہ مقام ہے کہ زورِ بیان کا دم گھٹنے لگتا ہے، زبان
گنگ ہو کر رہ جاتی ہے اور قلم کی روانی جواب دے دیتی
ہے۔ عرفی جیسا شاعر یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ:

عرفی مشتاب! ایں رہِ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

غالباً اسی لئے اقبال نے کہا تھا کہ ———
"ہوشیار" اور یہی وجہ ہے کہ میر و غالب، آتش و ناسخ
ذوق و مصحفی، انیس و دبیر اور حالی و اقبال جیسے بلند پایہ
شعراء بھی نعت گوئی کو بحیثیتِ فن نہ اپنا سکے اور گنتی کے
چند اشعار سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے۔ اگرچہ نظموں اور غزلوں
کے دیوان کے دیوان لکھ گئے۔ اس نقطہ نظر سے دیکھئے
تو احمد رضا خاں مرحوم کا فنِ شاعری میں صرف نعت گوئی کو
اپنا مسلکِ شعری بنا لینا ہی ایک اہم کارنامہ ہے اور ان تمام
قیود کے باوجود جو اس صنفِ شاعری کے لئے ضروری ہیں
فکر و خیال اور ذکر و بیان کے گلزار کھلا دینا فنِ شاعری میں
ان کی مہارت کا بیّن ثبوت ہے۔

احمد رضا خاں شعر و شاعری میں کسی کے شاگرد نہ
تھے۔ بلکہ محض اپنے ذوقِ سلیم، طبع موزوں اور فطری
استعداد کی بنا پر افقِ شاعری پر ایک درخشندہ ستارہ
بن کر چمکے اور عشقِ رسالت مآب کے فیضان نے انہیں
اس مقام تک پہنچا دیا جہاں وہ بجا طور پر یہ کہہ سکتے تھے کہ:

" یہی کہتی ہے بلبل باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

رضا کی خداداد صلاحیتیں بے پناہ تھیں۔ وہ شخص جو صرف
۱۳ سال ۱۰ ماہ کی عمر میں عقلی و نقلی علوم میں فارغ التحصیل ہو
کر درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے فرائض سنبھال لے ان
کے علمی تبحر، ذہانت اور استعداد میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے
پھر تصوف اور عشقِ رسول نے ان کے علم و فضل کو چار چاند
لگا دیئے اور یہی وجہ ہے کہ ان کو علم و معرفت، حدیث و فقہ
اور شعر و ادب میں عظیم مرتبہ حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ انہیں
امامِ اہلِ سنت ہونے کا شرف ملا۔ اور دراصل ان کا
وسیع اور ہمہ گیر علم ہی نعت گوئی میں اُن کے کمال کا باعث
ہے ورنہ اس زمین میں فرسِ خیال کے بے لگام ہو جانے
اور راہ سے بھٹک جانے کا خطرہ کچھ کم نہ تھا۔ رضا خود
بھی اس کٹھن منزل سے واقف تھے چنانچہ خود ایک مقام
پر یوں رقم طراز ہیں کہ:

" حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل
کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس
میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر بڑھتا
ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا
ہے تو تنقیص ——— ہوتی ہے۔ البتہ حمد
آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے

جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں
ایک جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت
شریف میں دونوں جانب سخت حدبندی
ہے "۔

شعر الفاظ میں مخصوص ترتیب اور ترنم پیدا کر دینے کا نام ہے۔ مگر یہ شعر کی عمومی اور سطحی تعریف ہے۔ حقیقت میں شعر وہ ہے جسکی تاثیر دوسروں کے دل و دماغ اور احساسات کو اس شدت کے ساتھ متاثر کر دے کہ زبان سے بے ساختہ آہ یا واہ نکل پڑے اور اگر آہ اور واہ دونوں ہم آغوش ہو کر سماعت شعر کا ردِ عمل بن جائیں تو اسی کا نام سوز و گداز ہے اور یہی دراصل شعر کی جان ہے۔ سیماب نے کیا خوب کہا ہے:

کہانی میری روداد جہاں معلوم ہوتی ہے
جو سنتا ہے اسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے

ماہر القادری نے کسی جگہ لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ شعر دراصل وہ ہے جو منہ سے نکلنے کے بعد آپ بیتی کے بجائے جگ بیتی بن جائے۔ بقول علامہ اقبال اگر پوری قوم کو ایک جسم تصور کر لیا جائے تو شاعر اس کے لئے دیدۂ بینا کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ:

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کسقدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

دراصل شاعر کا درد صرف اپنا ہی نہیں بلکہ ہر دل کا درد اور اس کا غم غمِ زمانہ ہوتا ہے اور ہر آنکھ سے ٹپکنے والا آنسو شاعر کی آنکھ کا آنسو بن جاتا ہے۔ شاعر اپنے نہیں بلکہ سارے عالم کے ذہن سے سوچتا ہے اور اپنی نہیں بلکہ ساری دنیا کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے بقولِ غالب۔

ہوں نشاطِ گرمیٔ اندیشہ سے نغمہ زن
میں عندلیب گلشن ناآفریدہ ہوں

یا بقولِ جگر:

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

شاعر ہر خموشی کو سراپا زبان بنا دیتا ہے۔ اور ہر رگ سنگ سے سوز و گداز کے چشمے جاری کر دیتا ہے اور ہر دلِ پُر درد کی آہِ بے آواز کو نغمۂ جانگداز میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اور یہی کیفیت ہمیں رضا کے یہاں بھی بدرجہ احسن ملتی ہے۔ رضا جب یوں نغمہ سرا ہوتا ہے کہ:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحیٰ تیرا

تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ساری کائنات اس کی ہمنوا اور ہم آواز ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کا مشاہدہ میلاد کی محفلوں میں بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ رضا خود اہلِ دل تھے اور ان کا حساس دل عشقِ رسول میں ڈوبا ہوا تھا اور ان کی طبیعت میں بلا کی روانی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خیال و بیان میں ذرہ برابر بھی بُعد نہیں اور انہیں اپنے جذبات کو زبان کا جامہ پہنانے کے لئے کسی فکر و تردد کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ان کے سامنے الفاظ ہر وقت ہاتھ باندھے حاضر رہتے ہیں کہ وارداتِ قلبی اور جذباتِ صادقہ کسی تصنع اور بناوٹ کے بغیر بے تکلف الفاظ کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ اور یہی ان کے کلام میں بے ساختگی کا باعث ہیں:
مثلاً۔

غم ہو گئے بے شمار آقا	٭	بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا	٭	آقا آقا سنوار آقا
مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہوگا	٭	تم سا نہیں غمگسار آقا

گرداب میں پڑ گئی کشتی ؛ ڈوبا ڈوبا اتارا آتا
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے ؛ میں وہ کہ بدی کو عار آتا

سلاستِ بیان اور زبان کی سادگی و روانی رضا کی شاعری کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ وہ عام فہم زبان میں عقیدت و محبت کے جذبات اس خوش اسلوبی سے نظم کرتے ہیں کہ معمولی سے معمولی پڑھا لکھا انسان بھی اُن کے اشعار آسانی سے پڑھ سکتا ہے اور ان کی حلاوت و شیرینی سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ اس سادگی اور بے تکلفی نے رضا کو عوام کا شاعر بنا دیا ہے اور عوامی سطح پر نعت گوئی میں انہیں وہ مقام حاصل ہوا ہے جو فارسی شاعری میں صرف مولانا جامی کا حصّہ ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے فنِ شاعری میں رضا کسی کے شاگرد نہ تھے مگر اس کے باوجود ان کے کلام میں زبان و بیان کی خامیاں نہیں ملیں گی بلکہ پورا کلام شعری محاسن سے پُر ہے۔ چنانچہ صنائع بدائع کا استعمال بڑی خوبی سے کرتے ہیں، مثلاً

"دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا
فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسّس میں ہے دریا تیرا
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا"

رضا اپنے اشعار میں تلمیحات کو بھی بڑے دلکش اور پسندیدہ انداز میں سموتے ہیں۔ اور مشکل سے مشکل قافیہ کو اس خوبی سے نظم کرتے ہیں کہ لطف آجاتا ہے۔ چنانچہ معجزاتِ رسول کو ذیل کے اشعار میں جس عمدگی، روانی اور صفائی سے نظم کیا ہے وہ صرف اُنہیں کا حصّہ ہے۔ کہتے ہیں:

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چِر گیا
بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

رضا کے یہاں جدّتِ خیال اور ندرتِ بیان کی بھی کمی نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری کے موقع پر کیا خوب کہا ہے کہ:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

شگفتگیٔ کلام بھی ملاحظہ ہو۔

اُنکی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیتے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ایک عاشقِ صادق کے لئے ہجر و فراق کا غم، دل مہجور کی تڑپ اور حرمان و یاس کا عالم بھی متاعِ گراں مایہ کی حیثیت رکھتا ہے اُس کے لئے حقیقت میں غمِ محبوب سے بڑھکر کوئی دولت نہیں ہوتی اور رہِ عشق میں ایک ایسی منزل بھی آتی ہے جب نشاطِ وصل سے زیادہ دردِ فراق میں مزا آتا ہے۔ رضا بھی اہلِ عشق ہیں اور عشق کی اس منزل میں ہیں کہ:

جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جسکو ہو درد کا مزا نازِ دوا اُٹھائے کیوں

یہ وہ مقام ہے کہ یہاں سر کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ سر کا نذرانہ تو منزلِ عشق میں شرطِ اوّل ہے اور یہاں جو بھی آتا ہے سر بکف ہی آتا ہے۔ رہا دل تو دل اور اس کی بے قراری یہ تو متاعِ عشق ہیں۔ اگر بے قراری ہی نہیں تو عشق کہاں اور اگر دل نہیں تو نہ قرار ہے نہ بے قراری۔ اس لئے لذّت کشانِ عشق کو بے قرار دل جتنا عزیز ہے سر نہیں۔ رضا نے اس کیفیت کو کیا خوب نظم کیا ہے:

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

رضا کی مہارتِ فن میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ وہ جہاں سہل اور آسان زمینوں میں شعر کہتے ہیں وہاں مشکل، طویل اور مختصر بحروں اور رادق قافیوں میں بھی بے تکلف طبع آزمائی کر لیتے ہیں اور صحتِ مضمون یا دلکشیٔ بیان میں فرق نہیں آنے دیتے۔ آیاتِ قرآنی کے مفاہیم کو بڑی خوش اسلوبی سے اشعار کی معنوی آغوش میں لے آتے ہیں جس سے کلام میں بلاغت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات نئی اور اچھوتی ترکیبیں اس انداز سے نظم کر جاتے ہیں کہ لطف کلام دوبالا ہو جاتا ہے، مثلاً:

رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو

اس شعر میں رکنِ شامی کے ساتھ "وحشتِ شامِ غربت" کی ترکیب رضا کی جدتِ طبع پر دلالت کرتی ہے۔ مجموعی طور پر رضا کے کلام میں سادگی، بے تکلفی، روانی اور شگفتگی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ہر شعر سننے والے کے اپنے جذبات سے ہم آہنگ ہو کر خود اس کے اپنے دل کی آواز بن جاتا ہے۔ رضا کی شاعری رضا کی ابدی زندگی کا باعث ہے اور جب تک رضا کی شاعری زندہ ہے۔ رضا بھی زندہ رہیں گے۔ سلسلۂ طریقت اور علم و معرفت میں جو اُن کا مقام ہے وہ الگ، مگر بحیثیت شاعر بھی رضا۔ اس عظیم، مرتبت کے حقدار ہیں کہ:

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

سیر لاہوت

تحریر:- مفتی سید شجاعت علی قادری

۶- خیانت کرنے والوں کی تمثیل

آپ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جس نے ایک بہت بڑا گٹھا جمع کر رکھا تھا، وہ اسکو اٹھانے کی کوشش کرتا ہے مگر اٹھا نہیں سکتا۔ لیکن وہ اس میں بجائے کمی کرنے کے اضافہ ہی کرتا جاتا ہے۔ آپ نے دریافت کیا اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ یہ اس شخص کی تمثیل ہے کہ جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوں اور وہ ان کی ادائیگی پر قادر نہ ہو مگر وہ ان میں اضافہ کرتا جاتا ہو۔[۱]

۷- فتنہ پرداز خطباء

آپ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں، جب وہ کٹ جاتے ہیں تو پھر پہلی حالت پر ہو جاتے ہیں، آپ نے دریافت کیا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ فتنہ پرداز خطباء ہیں،

۸- بات کہکر پشیمان ہونیوالوں کی تمثیل،

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک چھوٹے پتھر سے ایک بڑا بیل نکل رہا ہے، پھر وہ اس میں داخل ہونے کی انتہائی کوشش کرتا ہے مگر عاجز رہتا ہے، آپ نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا یہ اس شخص کی تمثیل ہے جو بے سوچے سمجھے زبان سے بات نکالتا رہتا ہے پھر پشیمان ہوتا ہے، مگر اس کی ندامت و پشیمانی بعد میں کچھ مفید نہیں ہوتی،

جنّت کی پکار اور خدا کا جواب

پھر آپ کا گزر ایک وادی پر ہوا جس میں مشک و عنبر کی خوشبو تھی اور مشام جہاں کو معطر کر رہی تھی آپ نے دریافت کیا اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ جنّت کی خوشبو ہے اور یہ آواز

[۱] ابن جریر ص ۶/۱۵ -

جنت کی پکار ہے جنت کہہ رہی ہے،

یارب ائتنی بما وعدتنی فقد کثرت غرفی واستبرقی وحریری وسندسی وعبقری ولؤلؤی ومرجانی وفضتی وذہبی واکوابی وصحافی واباریقی واکوسی وعسلی ومائی ولبنی وتمری فاتنی بما وعدتنی قال لک کل مسلم ومسلمۃ ومومن ومومنۃ ومن اٰمن بی وبرسلی وعمل صالحا ولم یشرک بی شیئا ولم یتخذ من دونی اندادا ومن خشینی فہو اٰمن ومن سألنی اعطیتہ ومن اقرضنی جزیتہ ومن توکل علی کفیتہ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا لا اخلف المیعاد وقد افلح المومنون وتبارک اللہ احسن الخالقین۔ قالت قد رضیت۔ ۲ھ

اے اللہ! تو نے جو وعدہ مجھ سے کیا ہے وہ عطا فرما، میرے محلات، میر المخواب، ریشم، سندس، جواہر، موتی، مونگے، چاندی، سونا، جام، دباق، لوٹے، ـــ، پیالے، شہد، پانی، دودھ، کھجور، بہت بڑھ گئے ہیں، لہٰذا جو تو نے وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے، تو اللہ نے فرمایا تیرے لئے ہر مسلم، مسلمہ، مومن اور مومنہ ہے اور وہ شخص جو مجھ پر، میرے رسولوں پر ایمان لایا، نیک کام کئے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا، جو مجھ سے ڈرا، وہ بے خوف ہے اور جو مجھ سے طلب کرے گا میں اسکو دوں گا اور جو مجھے قرض دے گا میں اسکو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اسکو کفایت کروں گا۔ میں ہی یکتا خدا ہوں، وعدہ خلافی نہیں کرتا ہوں، اور مومن بلاشبہ کامیاب ہیں، اور اللہ بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ جنت کہے گی بلاشبہ میں راضی ہوئی۔

(باقی آئندہ)

۲ھ (تفسیر ابن کثیر ص $\frac{18}{4}$)

(ابن جریر طبری ص $\frac{6}{15}$)

مژدہ شفاعت

لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمنِ عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے
آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائیں گے

(اعلیٰحضرت فاضل بریلوی)

لے خبر

مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
تکتا ہے بیکسی میں تری راہ لے خبر
اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر

(اعلیٰحضرت فاضل بریلوی)

عورتوں پر اسلام کے احسانات

ڈاکٹر ثمینہ اعجاز

ایک وقت تھا جب عورت عام اشیاء یا جائدادِ منقولہ کی مانند خیال کی جاتی تھی۔ اس ضمن میں ایک دلچسپ مثال قدیم روما میں طریقِ شادی کی ہے۔ عوام میں شادی کا طریق یہ تھا کہ عورت عام اشیاء کی طرح خرید کی جاتی تھی۔ قانونِ روما کی اصطلاح میں اس طریق کو "مین سی، پیٹیو" (OMAN CIPATEA) کہتے تھے۔ پانچ شخص بطور گواہان اور ایک شخص ترازو لے کر بیٹھ جاتے تھے۔ خریدکنندہ فروختنی لڑکی کو چھو کر اعلان کرتا "یہ چیز میری ہے میں نے اس کو ترازو اور تانبہ (سکّہ) کے ذریعہ خریدا ہے" اس اعلان کے بعد وہ ترازو کو سکّہ سے چھوتا اور اس تقریب کے خاتمہ پر لڑکی اس کی ملکیت ہو جاتی اور یہی طریق شادی کا تھا۔

اسی طرح قانونِ روما کے مطابق ایک چیز کسی شخص کے قبضہ میں خاص مدّت تک رہنے سے اس کی ملکیت ہو جاتی تھی اور اگر کوئی لڑکی کسی مرد کے گھر میں ایک سال تک قیام رکھتی تو مرد کو اس پر پورا اختیار (——————) حاصل ہو جاتا تھا۔ البتہ اگر تین راتیں متواتر وہ عورت مرد کے گھر سے غائب رہتی تو اس صورت میں مندرجہ اختیار مکمل نہ ہوتا تھا۔ الغرض بیوی اپنے خاوند کی خرید کردہ جائداد متصوّر ہوتی تھی وہ کسی مدنی ([illegible]) یا پبلک عہدہ پر متمکن نہ ہو سکتی تھی نہ اُسے یہ حیثیت حاصل تھی، کہ بطورِ ضامن، گواہ یا ولی مقرر ہو سکے۔

انگلستان میں تو ماضی قریب تک یہ حالت رہی کہ عورت شادی ہونے کے بعد اپنی علیحدہ ہستی کھو دیتی تھی، قانون کے مطابق وہ اس کے نااہل متصور ہوتی تھی کہ کسی جائیداد کی مالکہ ہو سکے یا اسے اپنے نام پر حاصل کر سکے شادی ہونے پر عورت کی جملہ جائداد اور نقدی ذخیرہ خاوند کی،

ملکیت ہو جاتے تھے۔ اس طرح عورت کی ذاتی تنخواہ یا کمائی بھی خاوند کی ملکیت ہوتی تھی۔ چنانچہ اگر اس کی وصولی کے لئے مقدمہ دائر کرنا ہوتا تھا تو خاوند ہی کر سکتا تھا اگر ایسی رقوم کی ادائیگی عورت کو کر دی جاتی خواہ وہ اسکی کمائی ہی ہوتی، تو قانون کی نگاہ میں اسکی ادائیگی جائز متصور نہ ہوتی تھی، قانونی نظریہ یہ تھا کہ شادی ہوتے پر عورت کی شخصیت مرد میں مدغم ہو جاتی ہے۔ قانون مروجہ بیوی کی علیحدہ ہستی کو تسلیم نہ کرتا تھا۔ چنانچہ انگلستان میں آج تک جو رواج ہے کہ شادی کے بعد بیوی، خاوند کا نام اختیار کر لیتی ہے، شاید اسی قانون سابقہ کی یادگار ہے، بیوی اپنے طور پر کسی معاہدہ میں شامل نہ ہو سکتی تھی، چونکہ خاوند سے علیحدہ اسکی شخصیت قانون کے نزدیک مسلم نہ تھی لہذا خاوند کی جانب سے بطور اس کے ایجنٹ کے، وہ دوسرے کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہو سکتی تھی، لیکن اگر خاوند ایسے معاہدہ کی اجازت نہ دیتا یا اسے تسلیم نہ کرتا تو وہ کالعدم متصور ہوتا تھا۔

ہندوستان میں بھی عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی، علیحدہ جائیداد کے حقوق اُسے حاصل نہ تھے، عورت کے متعلق بنیادی اصول یہ تھا کہ اپنی زندگی کے کسی مرحلے پر وہ خودمختار شخصیت نہیں ہو سکتی۔

عرب میں بھی عورت کی حالت بہتر نہ تھی، وہاں تو اس کی ہستی ہی باعث ننگ خیال کی جاتی تھی۔ چنانچہ عرب اسلام سے قبل لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

الغرض عورت کے متعلق، اسلام سے پہلے تصور یہ تھا کہ مرد کی خدمتگار ہو۔ اسکے ساتھ ازدواج پر اپنی شخصیت کھو دے اور اس کے مرنے کے بعد خود بھی جل کر راکھ ہو جائے۔ قانون میں ایک چیز ہوتی ہے حق اور دوسری چیز ہوتی ہے ذمہ داری، ہمارے باہمی معاہدات اور تعلقات میں جب قانون کی جانب سے کسی کو کوئی حق حاصل ہوتا ہے تو اس کا اظہار کسی دوسرے پر عائد شدہ ذمے داری کی صورت میں ہوتا ہے زمانۂ قدیم میں عورت سراپا ذمہ داریوں کا محل تھی اور حقوق اُسے نام کو بھی حاصل نہ تھے۔

اسلام نے تاریخ عالم میں اولین مرتبہ اس غیر منصفانہ صورتِ حال کے خلاف آواز بلند کی، قرآن حکیم نے اعلان فرمایا ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (جس طرح مرد کو عورت پر حقوق حاصل ہیں، عورت کو بھی ایسے ہی حقوق مرد پر حاصل ہیں)

عورت کے حقوق کے متعلق یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ باقی شادی، مہر، طلاق، خلع، جائیداد وراثت، وغیرہ کے متعلق جملہ قوانین، اسی اصل کی فروع ہیں۔ اسی اجمال کی تفصیل ہیں، ان میں سے ہر ایک کے محاسن کی تشریح ایک علیحدہ مقالہ کی محتاج ہے تاہم یہ مختصراً بیان کر دینا کافی ہے کہ شریعت کے مطابق عورت کو حقِ وراثت حاصل ہے۔ وہ جائیداد کی واحد مالکہ ہو سکتی ہے۔ بذاتِ خود معاہدے کر سکتی ہے، اپنے نام پر مقدمہ دائر کرنے کا اُسے حق حاصل ہے۔ ولیِ نابالغ مقرر ہونے کے اہل ہے۔ خاص حالات کے تحت طلاق لے سکتی ہے تنسیخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض فقہاء کے نزدیک تختِ خلافت پر متمکن ہو سکتی ہے۔ اس موقعہ پر برطانیہ کی عدالتِ عالیہ کے ایک فیصلے کا اقتباس بے محل نہ ہوگا جس میں انہوں نے مسلم مرد و عورت کے ازدواجی حقوق پر بحث کرتے ہوئے ذیل کے کلمات میں اظہارِ حقیقت کیا ہے:

جیسا کہ اوپر ظاہر ہو چکا ہے کہ ایک مسلمان بیوی کو اپنے خاوند کے خلاف وہ حقوق حاصل ہیں جو ایک عیسائی یا کم از کم

ایک انگریز بیوی کو حاصل نہیں ہیں"۔

اگر آج باقی اقوام میں بھی حالت پہلے سے مختلف نظر آرہی ہے تو یہ مابعد کی اصلاحات کا نتیجہ ہے اور ان حقوق کی جانب اوّلین قدم اسلام نے ہی اٹھایا ہے اور جن اصولوں کو آج ترقی یافتہ سمجھ کر اختیار کیا جارہا ہے وہ اسلام کے بنیادی اصول ہیں لیکن ان کی آج جو نقل کی جارہی ہے وہ بھی صحیح اور مکمل نہیں ہے۔

اپنی تصویر پہ نازاں ہو تمھارا کیا ہے
آنکھ نرگس کی، دہن غنچے کا، حیرت میری

اگر پہلے تفریط تھی تو اب افراط کی جانب اقوام غیر کا رجحان ہے اور یہ ردّ عمل ہے، اور وہ اعتدال جو اقوام کی سلامتی کا کفیل ہے۔ وہ اسلام کے قانونِ ایزدی ہی کی شانِ امتیاز میں میسر آسکے گا۔

اسلام نے عورت کو تمام حقوق مرحمت فرما کر اُسے ایک مستقل ہستی عطا کی؛ عورت ایک تنگ و تاریک گڑھے میں پڑی ہوئی تھی اسلام نے اُسے ایک اعلیٰ مقام پر کھڑا کیا۔ عورت ذلیل تھی، اُسے قابلِ احترام ہستی قرار دیا، اور عورت کی زندگی کے ہر مرحلہ کے ساتھ تقدّس واحترام وابستہ کردیا۔

عورت اپنی زندگی میں تین حیثیت سے سامنے آتی ہے۔ اوّل بحیثیت ایک لڑکی کے دوم بحیثیت بیوی کے سوم بحیثیت والدہ کے۔

بحیثیت لڑکی کے، جہاں اسلام سے قبل اسے "واجب القتل خیال کیا جاتا تھا، اسلام میں اسکی پرورش کو سعادت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ أَصَابِعَهُ (مسلم)

"۔۔۔۔ جس شخص نے نابالغ ہونے تک دو لڑکیوں کی پرورش کی تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے۔۔۔۔!" (مفہوم)، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔

بیوی کی حیثیت سے بھی اسلام نے عورت کی عزت افزائی کی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ

"۔۔۔۔ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں۔۔۔ بہترین سلوک کرتا ہے اور میرا اپنے گھر میں اچھا سلوک ہے۔۔۔۔۔!" (مفہوم)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ۔۔۔۔ تم میں سے کامل الایمان وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔۔۔۔۔!" (مفہوم)

والدہ کی حیثیت سے عورت کو اسلام نے یہ اکرام وتقدّس عطا فرمایا ہے کہ جنّت، عورت کے قدموں تلے رکھ دی ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی کا مشہور ترجمہ ہے:

جنّت کہ رضائے مادرِ آنست
تحتِ اقدام مادرِ آنست

آخرت کی بہترین نعمتوں کو عورت کی خدمت سے، اسلام نے وابستہ کردیا ہے۔ یہ ہیں تینوں مراتب میں عورت پر اسلام کا احسانِ عظیم۔۔۔۔!

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ ان ہستیوں میں سے تھے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افمن شرح اللّٰہ صدرہٗ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہٖ یہ شرح صدر ہی تو تھا کہ قلیل عرصہ میں جملہ علوم و فنون سے فراغت پالی ورنہ عقل کب باور کر سکتی ہے۔ کہ چودہ سال کی عمر میں جملہ علوم و فنون از بر ہوں۔ لیکن ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور یہ علوم و فنون صرف از بر نہ تھے بلکہ ہر فن پر مبسوط تصانیف موجود ہیں۔ اور وہ بھی کسی سے مستعار نہیں بلکہ قلمِ رضوی کے اپنے آبدار موتی ہیں اور تحقیق کے ایسے بہتے ہوئے بحرِ ذخار کہ بڑے بڑے محققین انگشت بدنداں ہیں علوم و فنون میں آپ کو بادشاہ کہا جاتا ہے۔ بلکہ بے شمار فنون کے موجد۔ اس وقت میرا روئے سخن صرف فنِ تفسیر ہے اور وہ بھی ایجازاً و اختصاراً۔

اعلیحضرت اور فنِ تفسیر

۱۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے پورے قرآن پاک کی کوئی تفسیر تحریر نہیں کی لیکن حق یہ ہے کہ اگر آپ کی جملہ تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے تفسیری عبارات جمع کی جائیں تو ایک مبسوط تفسیر معرضِ وجود میں آسکتی ہے چنانچہ فقیر اویسی غفرلہٗ نے اس کام کا آغاز کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے اتمام کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ ہاں مگر تفاسیر پر آپ کے عربی حواشی کے اسمائے یہ ہیں مثلاً (۱)

۱۔ الزلال الانقی من بحر سفینۃ اتقی
۲۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف
۳۔ حاشیہ عنایت القاضی شرح تفسیر بیضاوی
۴۔ حاشیہ معالم التنزیل
۵۔ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن سیوطی رح
۶۔ الدر المنثور (سیوطی)
۷۔ حاشیہ تفسیر خازن۔

---

(۱) سوانح امام احمد رضا صـ ۳۷۰

علاوہ ازیں آپ کی متعدد تصانیف موضوع تفسیر پر ملتی ہیں جنھیں ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری ـــــ نے جمع فرمایا ہے[۵۲] چند ایک کے اسماء درج ہیں۔

۲-۱۲۸ نوار العلم فی معنی میعاد استجب لکم، فارسی زبان میں ہے۔ ۱۳۲۷ھ تک غیر مطبوع تھی۔ اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے تحقیق فرمائی کہ اجابت دعا کے کیا کیا معنی ہیں اثر ظاہر نہ ہوتا دیکھ کر بے دل ہونا، حماقت ہے۔

(۹) الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام
اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے پادریوں کا رد فرمایا اردو زبان میں طبع شدہ موجود ہے۔

(۱۰) انباء الحی ان کتابہ المصون تبیان لکل شیئ۔ عربی اردو زبان میں ہے اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ثابت فرمایا ہے کہ قرآن مجید اشیائے عالم کی ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔

(۱۱) النفحۃ الفائحہ من مسک سورۃ الفاتحہ
اردو زبان میں ہے اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے سورۃ فاتحہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو ثابت فرمایا ہے۔

(۱۲) نائل الراح فی فرق الریح والریاح فارسی زبان میں ہے۔ مذکورہ رسائل صرف موضوع تفسیر سے متعلق ہیں۔ کسی مسئلہ کے متعلق استفسار پر آپ نے تفسیر نقطۂ نگاہ سے حل فرمایا در اصل آپ کو عالم دنیا سے مختلف گوشوں سے آتے ہوئے فتاویٰ کے جوابات سے فرصت کم ملی ورنہ اگر اس طرف توجہ دیتے تو تفسیر کا ایک جنہ ہزاروں صفحات پر پھیلتا۔

۳- چنانچہ صرف بسم اللہ شریف کی تقریر پر مختصر سے وقت میں آپ کا ایک طویل مضمون موجود ہے جو آپ نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر بریلی شریف میں بیان فرمایا تھا۔ جو سوانح اعلیٰ حضرت میں ص ۹۸ سے شروع ہو کر ص ۱۱۲ تک ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح پھر دوسرا وعظ ص ۱۱۲ سے شروع ہو کر ص ۱۳۱ تک ختم ہوا یہ بھی تقریر کے رنگ میں ہوا جو تحریر کے میدان میں کوسوں دور سمجھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اتنے صفحات کا مضمون بیان کر جانا کسی مرد میدان کا کام ہے اور وہ بھی مفسرانہ رنگ میں اور پھر تفسیر سورۃ والضحیٰ لکھی تو صفحات پھیلا دیئے۔ جس کی ایک ایک سطر کئی تفاسیر کے مجموعہ کو دامن میں لئے ہوتے ہے۔

۴- آپ کے تلامذہ کو رشک ہوتا کہ ایسے بحر بے پایاں کے کنارے سے جس طرح فقہ اور حدیث اور دیگر فنون کے دریا بہائے گئے ہیں کچھ تفسیری نوٹ بھی آپ کی یادگار رہیں تو زہے قسمت اگرچہ اجمالی طور پر ہی سہی چنانچہ صدر الشریعت حضرت مولانا حکیم امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتوں سے نوازے انہوں نے اہلسنت پر احسان عظیم فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عدیم الفرصتی کے باوجود قرآن مجید کا ترجمہ لکھوا ہی لیا چنانچہ سوانح نگار حضرات قرآن مجید کے ترجمہ کے متعلق یوں ہی لکھتے ہیں کہ صدر الشریعۃ حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ـــــ ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی

---

۵۲ المجمل المعدد لتالیفات المجدد

گذارش کی آپ نے وعدہ تو فرمالیا لیکن دوسرے
مشاغل دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی
جب حضرت صدر الشریعت کی جانب سے اصرار
بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمے کے لئے
میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ
رات کو سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے
وقت آجایا کریں چنانچہ حضرت صدر الشریعۃ ایک
دن کاغذ قلم دوات لے کر حاضر ہو گئے۔ اور یہ دینی
کام بھی شروع ہو گیا ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت
زبانی طور پر ترجمہ آیۃ کریمہ کا فرماتے جاتے اور حضرت
صدر الشریعت لکھتے جاتے لیکن یہ ترجمہ اس طرح
پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفاسیر و لغت کو
ملاحظہ فرماتے اور آیات کو سوچتے پھر ترجمہ بیان
فرماتے قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور
پر اس طرح بولتے جاتے تھے جیسے کوئی پختہ یادداشت
کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف
پڑھتا چلا جا رہا ہے جب دوسری تفاسیر سے تقابل
کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا
یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل
مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام
ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ قرآن مجید کا ترجمہ
ختم ہو گیا اور حضرت صدر الشریعۃ کی کوشش بلیغ کی
بدولت سنیت کو کنز الایمان کی دولت عظمیٰ نصیب،
ہوئی (فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن اھل السنۃ
جزاء کثیرا واجرا جزیلاً) [1]

۵۔ حضرت محدث کچھوچھوی سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے علم قرآن کا اندازہ اس
اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور
جسکی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی،
میں ہے اور نہ اردو میں اور جسکا ایک ایک لفظ اپنے
مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا
سکتا جو بظاہر ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن
مجید کی صحیح تفسیر ہے۔ اور اردو زبان میں روح
قرآن ہے [2]

۶۔ اس ترجمہ کی شرح میں حضرت صدر الافاضل استاذ
العلماء مولانا نعیم الدین علیہ الرحمۃ حاشیہ پر فرماتے ہیں
کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے
استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں
دن پر دن گذرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور
بالآخر ماخذ ملا۔ تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا اعلیٰ حضرت
خود حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے فارسی ترجمہ
کو سراہا کرتے تھے۔ لیکن اگر حضرت شیخ سعدی
علیہ الرحمۃ اردو زبان کے اس ترجمہ کو پاتے تو فرما ہی
دیتے کہ ترجمہ قرآن شئی دیگر است و علم القرآن شئی
دیگر است [3]

علمائے دیوبند نہ صرف حریف بلکہ آپ کو ہر معاملہ میں
ترچھی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن وہ بھی اعتراف کئے
بغیر نہ رہ سکے کہ واقعی اعلیٰ حضرت کا قرآن مجید کا ترجمہ
بالکل صحیح اور درست ہے [4]۔

۷۔ اور آپ کے ترجمہ کے مقابلہ میں موجودہ دور کے تمام
اردو تراجم کو دیکھا جائے تو ان میں سینکڑوں غلطیاں
ہیں اسلئے محققین نے اسکو دیکھ کر ذیل کی آراء قائم

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۴۳/۳۴۴ ۔ [2] مقالات یوم رضا ص ۴۱/۴۲ [3] مقالات یوم رضا ص ۲ [4] ماہنامہ دار العلوم دیوبند

فرمائی ہیں۔

(۱) تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے (۲) اپنی تفویض کے مسلک اسلم کا عکس ہے (۳) اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے (۴) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے (۵) عوامی لغات و بازاری بولی سے یکسر پاک ہے (۶) قرآن حکیم کے اصل منشاء مراد کو بتایا ہے (۷) آیات ربانی کے انداز خطاب کو پہچانا ہے (۸) قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتا ہے۔ (۹) قادرِ مطلق کی ردائے عزت وجلال میں نقص وعیب کا دھبہ لگانے والوں کے لئے تیغ براں ہے (۱۰) حضرات انبیاء علیہم السلام کی عظمت وحرمت کا محافظ ونگہبان ہے۔ (۱۱) عام مسلمین کے لئے بامحاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے (۱۲) لیکن علماء کرام ومشائخ عظام کے لئے حقائق ومعرفت کا اُمنڈتا ہوا سمندر ہے بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآنِ حکیم قادرِ مطلق جل جلالہ کا مقدس کلام ہے اور کنزالایمان اسکا مہذب ترجمان ہے[۱]

۸۔ نقیر نے جہاں بھی آپ کی تصانیف میں تحقیقِ مفسرانہ دیکھی تو رازی وغزالی رحمۃ اللہ تعالٰے کے قلم سے آفرین وتحسین سنی۔ اختصار کے پیشِ نظر چند ایک مشتے نمونہ خروار ملاحظہ ہوں۔

رسائل نے صرف اتنا استفسار کیا کہ بعض نمازیوں کو بسبب کثرتِ نماز کے ناک یا پیشانی پر جو سیاہ داغ ہو جاتا ہے اس سے نمازی کو قبر وحشر میں ــ خداوند کریم جل جلالہٗ کی پاک رحمت کا حصّہ ملتا ہے یا نہیں اور زید کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کے دل میں بغض کا سیاہ داغ ہوتا ہے اسکی شامت سے اسکی ناک یا پیشانی پر کالا داغ ہوتا ہے یہ قول زید کا باطل ہے یا نہیں اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قلم کو جنبش آئی تو چھ صفحات مفسرانہ حیثیت سے لکھے اور ثابت فرمایا کہ اس نشانی کے متعلق چار قول ماثور ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا جدا اور آیت " سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود " کا ایسا مفہوم ادا فرمایا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ ان اوہام کا ازالہ فرمایا جو پیشانی کے داغ کو ، سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود میں سمجھتے ہیں[۲]

۹۔ واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین الخ سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلتِ مطلقہ پر گفتگو فرماتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا اقول وباللّٰہ التوفیق پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کسقدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔ اوّلاً انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں زنہار حکم الٰہی کے خلاف ان سے محتمل نہیں کافی تھا کہ رب تبارک وتعالےٰ بطریق امر انہیں فرماتا کہ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اسکی مدد کرنا مگر اس پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد وپیمان لیا۔ یہ عہد عہدِ الست بربکم کا دوسرا پیمان تھا جیسے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللّٰہ[۳] تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوا اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[۱] سوانح امام احمد رضا ص ۳۴۲ [۲] فتاوی افریقہ [۳] صلے اللہ علیہ وسلم

پر ایمان صلے اللہ علیہ وسلم و بارک و شرف و بجل وعظم۔ ثانیاً اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا لتؤمنن بہ ولتنصرنہ جیطرح نوابوں سے بیعت سلاطین لی جاتی ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں مسئلہ سوگند بیعت اسی آیۃ سے ماخوذ ہوئی ہے (ثالثاً)، نون تاکید رابعاً، وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقل تاکید اور اور دوبالا فرمایا خامساً، یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجیئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرماکر پوچھتے ہیں۔ أأقررتم۔ کیا اس امر پر اقرار لاتے ہیں یعنی کمال تعجیل و تسجیل مقصود ہے (سادساً) اس قدر پر بھی بس نہ فرماتی۔ بلکہ ارشاد فرمایا واخذتم علی ذالکم اصری خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اسپر میرا بھاری ذمہ لو (سابعاً)، علیہ یا علی ہذا کی جگہ علی ذالکم فرمایا۔ کہ بعد اشارت عظمت ہو (ثامناً)، اور ترقی ہوئی کہ فاشہدوا ایک دوسرے پہ گواہ ہوجاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کرکے مکر جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا (تاسعاً)، کمال یہ ہے کہ صرف ان کی گواہی پہ ہی اکتفا نہ ہوا بلکہ فرمایا وانا معکم من الشاھدین، میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں (عاشراً) سب سے زیادہ نہایت کاریہ ہے کہ اسقدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء علیہم السلام کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادیگئی کہ فمن تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفسقون۔ اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔ اللہ اللہ یہ وہی اعتنائے تام و اہتمام تام ہے جو باری تعالے کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد فرماتا ہے ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذالک نجزیہ جھنم کذالک نجزی الظالمین جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں، اسکو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستم گاروں کو۔ گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزء اول لا الٰہ الا اللہ کا، اہتمام ہے یونہی جزء دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے۔ کہ میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سرنہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اسکی بیعت و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوتے اور اس سے قبل اس آیۃ کا تبصرہ ساڑھے تین صفحات پر فرمایا اور وہ تبصرہ کرکے معتبر تفاسیر اور محققین علمائے کرام کی تصانیف کے خلاصہ کو دریا در کوزہ کی مثال قائم فرمائی۔[1]

۱۰۔ اور یہ صرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حصہ تھا کہ جب اعدائے دین نے شان نبوت و ولایت پر ہاتھ ڈالا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قلم ڈھال بنا اور مذہب مہذب اہلسنت کے جمیع مسائل کو قرآنی اصول کے مطابق ڈھالنے کی نہ صرف کوشش کی بلکہ حقیقت کو نصف النہار سے زیادہ آشکارا فرمایا چنانچہ علم غیب کلی اہلسنت اور مخالفین کے مابین نزاع کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ جب گویا ہوئے تو جلال الملت والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ساتھ لیا[2] چنانچہ اعلیٰ حضرت

---

۱ تجلی الیقین۔

۲ اتقان للامام السیوطی مختلف مقامات

قدس سرہٗ نے علم غیب کلی کا دعویٰ یوں تحریر فرمایا۔
بیشک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا
مشرق تا مغرب عرش تا فرش سب انھیں دکھایا ــــ
ملکوت السموٰت والارض کا شاہد بنایا روزِ ازل
سے روزِ آخر تک کے سب ما کان وما یکون انھیں
بتایئے اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور صلے اللہ
علیہ وسلم کے علم سے باہر نہ رہا علم حبیب کریم
علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا۔ نہ
صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر وکبیرہ ہر رطب ویابس
جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں
پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان گیا، الحمد
للہ حمداً کثیراً بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز
ہرگز محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا پورا علم نہیں صلے اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ
اجمعین وکرم بلکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے
ایک چھوٹا حصہ ہے ہنوز احاطۂ علم محمدی میں وہ
ہزارہا در ہزار بے حد بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں
جن کی حقیقت وہ جانیں یا ان کا عطا کرنے والا مالک
ومولا جل وعلا والحمد للہ العلی الاعلی

کتب حدیث وتصانیف علمائے قدیم وحدیث میں
اس کے دلائل کا بہت شافی وبیان وافی ہے[1] اس
کے بعد آپ علم غیب کے مسئلہ کو قرآنی آیات سے
ثابت فرما کر آخر میں اصول قرآنی پر بحث فرماتے
ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

عبارت اعلیٰ حضرت قدس سرہ

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید
عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص
ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادۂ استغراق میں
قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل
شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے
امان اُٹھ جاتے نہ حدیث آحاد اگرچہ کیسی اعلیٰ درجہ
کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اسکے حضور
مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص تراخی نسخ ہے اور
اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے
نازل نہیں کرتی نہ اسکے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو
سکے تو بحمد اللہ کیسے نص صریح قطعی سے روشن
ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم
کو اللہ تعالےٰ عزوجل نے تمام موجودات جملہ
ما کان وما یکون الیٰ یوم القیامۃ جمیع مندرجات
لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق غرب سماء وارض ،
عرش فرش میں کوئی ذرہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
کے علم سے باہر نہ رہا۔[2]

وللہ الحجۃ التامۃ

---

[1] انباء المصطفےٰ ص ۲

[2] اتقان للامام السیوطی مختلف مقامات

عبارت حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ

العالم لیشفرق الصالح لہ من غیر حصر وصیغۃ کل مبتدأۃ وما والمعرف بال واسم الجنس المضاف...... والنکرۃ فی سیاق النفی.... العام الباقی فی عمومہ من خاص القرآن ماکان مخصصًا لعموم السنۃ وھو عزیز قال ابن الحصار انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعن اصحابی یقول آیۃ کذا نسخت کذا قال ویحکم بہ عند وجود التعارض المقطوع بہ مع علم التاریخ لیعرف المتقدم والمتاخر قال ولا یعتمد فی النسخ قول عوام المفسرین بل ولا اجتھاد المجتھد من غیر نقل صحیح ولا معارضۃ بنیۃ لان النسخ یتضمن رفع حکم واثبات حکم تقرر فی عھدہ صلی اللہ علیہ وسلم والمعتمد فیہ النقل والتاریخ دون الرای والاجتھاد قال والناس فی ھذا بین طرفی نقیض فمن قائل لا یقبل فی النسخ اخبار الاحاد العدول ومن...... یکتفی فیہ بقول مفسر او مجتھد ۔ الصواب خلاف قولھما.........اذا سیق العام للمدح والذم فھل ھو باق علی عمومہ فیہ مذاھب احدھا نعم اذ لا صارف عنہ ولا تنافی بین العموم وبین المدح والذم الخ[٥٢]

شبِ معراج

(اعلیحضرت فاضل بریلوی)

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آئے ادھر سے نغمات اُٹھ رہے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

کراچی کے انگریزی اخبار روزنامہ "ڈان" اور "سن" میں بالترتیب ۲۲ اور ۲۸ دسمبر کی اشاعتوں میں ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں مرسلہ لیاقت حسین صاحب نے لفظ "مولانا" کے استعمال پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ لفظ "مولانا" صرف اللہ کے لئے استعمال ہو سکتا ہے اگر اللہ کے سوا کسی عالم دین کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ اسلامی فلسفہ اور اسلامی نظریہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ مولانا کا معنی ہے ہمارا آقا، ہمارا مالک اور وہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ لہٰذا علماء دین کو مولانا نہ کہا جائے بلکہ محترم کہا جائے۔

کچھ عرصہ پہلے بھی اس قسم کا ایک مضمون کسی اخبار میں نظر سے گذرا تھا۔ اگرچہ اہل علم حضرات تو اس قسم کے جاہلانہ خیالات کی طرف توجہ دینا اور ان کا جواب لکھنا تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔ لیکن علماء کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ دور حاضرہ میں اس قسم کی باتیں یونہی نہیں بلکہ کسی خاص منصوبہ کے تحت اٹھائی جا رہی ہیں جن کا مقصد علماء دین کی عظمت اور ان کی امتیازی حیثیت کو ختم کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو ایسی باتوں سے کی طرف توجہ دینا چاہیئے۔

"مولانا" کا لفظ اللہ تعالےٰ کے سوا پر بھی بولا جا سکتا ہے اور یہ ہرگز اسلامی نظریہ کے خلاف نہیں ہے۔ اس کو اسلامی نظریہ کے خلاف کہنا جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

مراسلہ نگار کے نزدیک اگر اسلامی نظریہ قرآن و حدیث سے بنتا ہے تو اس کو بطور ذیل میں اچھی طرح غور کرنا چاہیئے۔ لفظ "مولانا" میں مولیٰ مضاف اور نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے اور یہ لفظ مولیٰ وَلِیَ یَلِیْ دَنیٰ کا مصدر میمی ہے۔ اس لفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے اور اللہ کے سوا پر بھی۔ چنانچہ آیات و احادیث ذیل میں غور فرمایئے کہ مولیٰ کا اطلاق کس کس پر کس کس معنی میں ہوا ہے۔

(۱) انتَ مولانا فانصُرنا علی القومِ الکافرین ۲/۲۸۶ (پروردگار عالم) تو ہمارا تو مددگار ہے پس ہماری مدد فرما قوم کفار پر۔

(۲) بَلِ اللہُ مولٰکُم وھُوَ خیرُ النّٰصِرین ۳/۱۵۰ بلکہ تمہارا مددگار اللہ ہے اور وہ سب مددگاروں سے بہتر مددگار ہے۔

ان دونوں آیتوں میں لفظ مولیٰ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بمعنی مددگار ہوا۔

(۳) انّ اللہَ ھُوَ مولٰہُ وجبریلُ وصالحُ المؤمنینَ ۶۶/۴ بیشک اللہ اس (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مولیٰ یعنی مددگار اور جبریل امین اور نیک مومن ہیں۔ اس آیت میں لفظ مولیٰ کا اطلاق اللہ تعالیٰ، جبریل امین اور نیک مومنوں پر بمعنی مددگار ہوا ہے۔

(۴) یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا ۴۴/۴۱
اسدن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔
اس آیت میں مولیٰ کا اطلاق کفار پر بمعنی دوست ہوا ہے۔ یعنی قیامت کے دن کفار ایک دوسرے کی کچھ بھی مدد نہ کر سکیں گے اور ان کی دوستی کچھ کام نہ آئے گی۔
(۵) لَبِئْسَ الْمَوْلٰی وَ لَبِئْسَ الْعَشِیْرُ ۲۲/۱۳
بیشک بہت برا مددگار اور بہت برا رفیق ہے۔
اس آیت میں بت (جس کی کفار پوجا کرتے ہیں) کو مولیٰ کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ کفار تو اسکو اپنا یار و مددگار سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ بہت برا یار و مددگار ہے جو بجائے نفع کے نقصان عظیم کا باعث ہوگا۔
(۶) مَاْوٰىكُمُ النَّارُ هِیَ مَوْلٰىكُمْ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۵۷/۱۵
تمہارا ٹھکانہ نار دوزخ ہے۔ وہی تمہارا مولیٰ ہے اور بہت ہی بری جگہ۔ اس آیت میں دوزخ کو مولیٰ کہا گیا ہے۔ قیامت کے دن کفار منافقین سے کہا جائے گا کہ تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور اب دوزخ ہی آگ تمہاری رفیق مولا ہے۔
(۷) فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ ۳۳/۵ تو وہ تمہارے دین میں بھائی اور مولیٰ یعنی دوست ہیں۔ موالی مولیٰ کی جمع ہے۔ اس آیت میں لے پالکوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی نسبت ان کے حقیقی باپوں کی طرف کرکے ان کو پکارو اور اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو انہیں اپنے دینی بھائی اور مولیٰ یعنی رفیق اور دوست کہو۔
(۸) وَ هُوَ كَلٌّ عَلٰی مَوْلٰىهُ ۱۴/۱۶ اور وہ (گونگا غلام جو کچھ مقدور نہیں رکھتا) اپنے مولیٰ پر بوجھ ہے۔ اس آیت میں آقا کو مولیٰ کہا گیا ہے کیونکہ آزاد کرنے والے آقا اور آزاد شدہ غلام کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔
(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَوَالِیْنَا مِنَّا۔ ہمارے آزاد کردہ غلام ہم میں سے ہیں۔
(۱۰) مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ کسی قوم کا مولیٰ (یعنی آزاد شدہ غلام) انہیں میں سے ہے (السراج المنیر شرح جامع الصغیر)
(۱۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا۔ تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولیٰ یعنی دوست اور رفیق ہو (مشکوۃ شریف)
(۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی شخص اپنے آقا کو رب نہ کہے وَلْیَقُلْ سَیِّدِیْ وَ مَوْلَایَ بلکہ یہ کہے کہ میرا سید اور میرا مولیٰ (بخاری شریف)
(۱۳) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام نے جنگل میں ایک شیر سے کہا تھا۔ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا غلام ہوں (مشکوۃ شریف)، قرآن کریم کی ایک آیات اور پانچ حدیثوں میں آزاد کرنے والے آقا اور آزاد شدہ غلام پر مولیٰ کا اطلاق ہوا ہے۔
(۱۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ جس کا میں مولیٰ یعنی دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے (ترمذی نسائی) ——— ان آیات و احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ لفظ مولیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ لفظ دوسروں پر بھی بولا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے استعمال ہو سکتا ہے قرآن و حدیث سے ناواقف ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ بلاشبہہ علماء حق وارثان علوم انبیاء علیہم السلام بھی ہمارے مددگار، ہمارے دوست اور ہمارے آقا ہیں۔ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرما کر ہماری مدد کرتے ہیں۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر ہمارا مولیٰ ہے۔ اور علماء کرام و بزرگان دین اللہ تعالیٰ کی عطا سے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے مظہر ہو کر ہمارے مولیٰ ہیں۔

صوبہ سندھ

نئے وزیر اعلیٰ سے کیا چاہتا ہے

جناب غلام مصطفیٰ جتوئی نے سندھ کے نئے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے گزشتہ نومبر کے آخر میں حلف اٹھایا ہے اور یوں سندھ کے سابق وزیر اعلیٰ جناب ممتاز علی بھٹو کوئی پونے دو سال سندھ کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد مرکز کی طرف سدھارے ہیں۔ بعض حلقوں کے لئے حکومت کی یہ تبدیلی ممکن ہے غیر متوقع ہو لیکن جو لوگ سندھ کے مزاج سے واقف ہیں ان کے لئے اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں۔ مجید لاہوری مرحوم نے کسی زمانے میں کہا تھا کہ سندھ کی سیاست اور کراچی کے موسم کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اس لئے سندھ میں وزارت کی تبدیلی سندھ کے سیاسی مزاج کے عین مطابق ہے ویسے بھی سندھ پر جن خاندانوں نے کسی نہ کسی طرح حکومت کی ہے وہ اپنے سیاسی اثر ورسوخ کے ساتھ آج بھی موجود ہیں۔ ون یونٹ کے قیام سے قبل صوبہ سندھ کی عمر تقریباً ۱۸ سال تھی کیونکہ سندھ کو بمبئی سے ۱۹۳۷ء میں الگ کیا گیا تھا اور ۱۹۵۵ء میں ون یونٹ کے قیام سے سندھ کی صوبائی حیثیت ختم ہو گئی اس دوران جو لوگ وزارت اعلیٰ کے عہدے پر متمکن ہوئے ان کے نام اور اقتدار کی مدت قارئین ترجمان کی دلچسپی کیلئے پیش ہے۔

۱۔	سر غلام حسین ہدایت اللہ	۱۹۳۷
۲۔	خان بہادر اللہ بخش سومرو	۱۹۳۸-۳۹
۳۔	میر بندے علی تالپور	۱۹۴۰
۴۔	خان بہادر اللہ بخش سومرو	۱۹۴۱
۵۔	سر غلام حسین ہدایت اللہ	۱۹۴۲-۴۳-۴۴-۴۵
۶۔	محمد ایوب کھوڑو	۱۹۴۷
۷۔	پیر الٰہی بخش	۱۹۴۸
۸۔	محمد یوسف ہارون	۱۹۴۹
۹۔	قاضی فضل اللہ	۱۹۵۰
۱۰۔	محمد ایوب کھوڑو	۱۹۵۱-۵۲
۱۱۔	عبدالستار پیرزادہ	۱۹۵۳-۵۴
۱۲۔	محمد ایوب کھوڑو	۱۹۵۵

حسب بالا چارٹ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سندھ میں ۱۸ سال میں ۱۲ وزرائے اعلیٰ تبدیل ہوئے اور اسی طرح اوسط ۱½ سال رہا جب کہ اس عرصہ میں ۵۰ سے زائد وزارتی بحران آئے سندھ میں حکومت کی تبدیلی اور مسٹر غلام مصطفےٰ جتوئی کے تقرر کا صوبے کے تقریباً تمام حلقوں کی جانب سے خیر مقدم کیا گیا یہاں تک کہ سندھ اسمبلی کی حزب اختلاف نے اگرچہ انہیں ووٹ نہیں دیا مگر ان کے مقابلے پر کسی امیدوار کو کھڑا نہیں کیا اور یوں حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں نے خیر سگالی کی فضا میں ایک خوشگوار آغاز کیا ہے نئے وزیر اعلیٰ کو فوری طور پر صوبے کے بعض اہم مسائل و معاملات کیطرف توجہ دینی ہے اس ضمن میں ہم سندھ اسمبلی میں حزب اختلاف کے قائد اور جمعیت علماء پاکستان کے رہنما پروفیسر شاہ فرید الحق کی گذشتہ بجٹ تقریر کے خاص خاص اقتباسات پیش کر رہے ہیں جن میں صوبے کے سلگتے ہوئے مسائل کی جھلک ملتی ہے اور اگر نئے وزیر اعلیٰ چاہیں تو وہ اس کی روشنی میں ایک ایسا لائحہ عمل ترتیب دے سکتے ہیں جو اس صوبے کے مستقبل کے لئے خوشحالی، اتحاد اور یکجہتی کا ضامن ہو۔

(ادارہ)

میں (شاہ فرید الحق)
جناب والا سے درخواست کروں گا کہ جب جناب قائم علی شاہ صاحب اس ہاؤس کے لیڈر تھے تو اس وقت میری ان سے یہ بات ہو چکی تھی کہ وہ مجھے بولنے کیلئے ایک گھنٹے کا وقت دیں گے۔

جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کے سامنے آج اس بات پر ضرور فخر محسوس کر رہا ہوں کہ یہ سندھ اسمبلی کا دوسرا بجٹ ہے جو اسمبلی کے ارکان کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں اس سلسلے میں وزیر مالیات جناب کمال اظفر صاحب کو اس بات کی تو ضرور داد دیتا ہوں کہ انہوں نے ایک ادبی شاہکار بجٹ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ لیکن جہاں تک کہ اس میں منصوبہ بندی اور اسکیموں کا تعلق ہے اور اپنی کارکردگی کے اظہار کا مسئلہ ہے اس کے متعلق میں ان سے یہی کہوں گا کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

بہرحال! جناب عالی! آپ نے سندھ کے ماضی کا ذکر کیا ہے تو میں یہ جانتا ہوں۔ میں ہی نہیں جانتا بلکہ برصغیر ہند و پاک کے مسلمان یہ جانتے ہیں کہ سندھ مسلمانوں کا ملک آج ہی سے نہیں بلکہ اس وقت سے ہے جبکہ محمد بن قاسم فاتح کی حیثیت سے یہاں داخل ہوا۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ باب الاسلام ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی روشنی پھیلی۔ اگر آج برصغیر ہند و پاک کا کوئی مسلمان سندھ کی تہذیب و ثقافت اور سندھ کی زمین سے روگردانی کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمان اسلام سے روگردانی کر رہا ہے۔ میں اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ یہ سچل سرمست رح کی سرزمین ہے۔ یہ شاہ لطیف رح کی سرزمین ہے۔ یہ سندھ کے رشیوں اور منیوں کی سرزمین ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ یہاں کے لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے یہاں ہر آنیوالے کو خوش آمدید کہا اور اپنے میں اس طرح سمویا کہ اپنے اور غیر کا فرق مٹا دیا لیکن کیا کیجئے کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اتنے شاندار ماضی اور ایسی تہذیب و ثقافت کے باوجود یہ کسے معلوم تھا کہ یہاں کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کا استحصال شروع کر دیں گے۔ یہ کسے معلوم تھا کہ اس سرزمین سے جہاں سے اسلام کی کرنیں پھوٹ کر پھیلیں غلامی کے اس بھیانک دور کا آغاز ہوگا اور لوگ اپنی پچھلی روایات کو بھول جائیں گے۔ لیکن اس سندھ کو اس بات کا بھی فخر حاصل ہے کہ یہاں کے رہنے والوں نے پورے

برصغیر ہند و پاک میں اس بات کی دعوت دی کہ ہم انگریزوں کی غلامی سے آزادی چاہتے ہیں۔ اور ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ یہیں کے ایک سپوت نے جس کو قائداعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس برصغیر میں ایک نئی سلطنت اور نئی مملکت کو جنم دیا اور یوں سندھ ہی نے آزادی کی روشنی دی لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بات یہ کہنی پڑتی ہے کہ آزادی ملنے کے بعد ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہمارے اپنے ہی لوگ ایک دوسرے کا استحصال شروع کردیں گے۔ اور مٹھی بھر افراد دوسرے کے حقوق کو غصب کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اگر ہم اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے تو ہم پر ظلم و جور روا رکھا جائیگا۔ اور جب ہم جمہوریت کا مطالبہ یا کسی مسئلہ کے حل کے لئے کوشش کریں گے تو گولیوں کا نشانہ بنایا جائیگا۔ جب غریب عوام ہاری اور مزدور ہاری اپنے مطالبات حکومت کے سامنے رکھیں گے تو ان پر ظلم و تشدد کیا جائیگا۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ کیوں ہو رہا ہے اس لئے کہ ہمکو تو آزادی ملا، گئی۔ اور قائداعظم جیسے سپوت نے آزادی دلائی۔ ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ہمارے اپنے بھائی سندھ کی وحدت کو داؤ پر لگا دیں گے۔ سندھی عوام اور غریب ہاریوں کو داؤ پر لگا دیا جائیگا۔ معاف کیجئے گا مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ یہ کن لوگوں نے کیا۔ یہ ہم میں ہی سے تھے کوئی باہر کا آدمی نہیں تھا جسنے ایسا کیا۔ ایسا کیوں کیا اس کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ میں اس تاریخ کو دہرانا نہیں چاہتا۔ بہرحال ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ یہ صوبہ پھر اسی جاہ و جلال کے ساتھ اسی عظمت کے ساتھ ون یونٹ سے الگ ہونے کے بعد اپنی پچھلی روایات پر کام کرنے کی جدوجہد کر رہا ہے اور اسے ایسا کرنا چاہیئے اور ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اگر عوام اور یہاں کے لوگ اپنے مفاد اور ذاتی اغراض کو خیرباد کہنے کے بعد سندھ کی صحیح معنوں میں خدمت کرنا چاہتے ہیں تو ایک نہ ایک دن وہ وقت ضرور آئے گا کہ سندھ پھر اسی اسلامی جذبے اور ثقافت کا گہوارہ بن جائیگا جو تہذیب و ثقافت یہاں سے دوسرے لوگوں تک پہنچی اور انہوں نے اسے اپنایا۔

جناب والا! میں آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جناب وزیر مالیات نے سندھ کو ایک فلاحی ریاست بنانے کا منصوبہ پیش کیا ہے۔

ایک طرف تو وہ فلاحی ریاست کا منصوبہ پیش کر رہے ہیں دوسری طرف اسی منصوبے کے ساتھ پولیس فورس کو بڑھانے کی تجویز بھی پیش کر رہے ہیں۔ ہر پڑھا لکھا انسان سمجھتا ہے کہ فلاحی ریاست اس ریاست کو کہتے ہیں جو پولیس ریاست نہ ہو اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے قائم کی گئی ہو جس میں عوام کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا گیا ہو۔ لیکن جناب والا! مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اس عوامی حکومت نے جو بجٹ پیش کیا ہے اس میں اس مقصد کو بالکل نظرانداز کر دیا۔ ان بنیادی باتوں اور مقاصد کا اس بجٹ میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ لمبی چوڑی فہرستیں تو پچھلے سال بھی ہم نے دیکھی تھی عوام تو عوام، میں سمجھتا ہوں سکریٹریٹ کے ملازمین بھی بجٹ کو نہیں جانتے کہ کس خانے میں کیا لکھا جا رہا ہے اور کون سا خانہ کہاں ہے۔ خرچ کو برابر کر دیا گیا ہے اور یہ بات صحیح ہے کہ کاغذ پر جو چاہیں لکھ دیں ایک طرف آمدنی دکھا دیں اور دوسری طرف خرچ دکھا دیں اور یہ بتا دیں کہ ۱/۲ یا ۱/۲ ۲ کروڑ کا بجٹ میں خسارہ ہے اور اس کو فلاں فلاں ٹیکس سے پورا کر کے بجٹ برابر کر دیا جائے گا۔ اس بجٹ میں جس فلاحی ریاست کا تصور پیش کیا گیا ہے وہ میرے خیال میں کاغذ کی زینت تو ضرور بن گیا لیکن عملی طور پر اس کے لئے کیا قدم اٹھایا جائے گا یہ بات مبہم چھوڑ دی گئی ہے۔ کیا عوام کو بے روزگاری سے چھٹکارا مل جائے گا؟ کیا یہاں جو ایک سال کے اندر سو فیصدی قیمتیں بڑھ گئی ہیں وہ کم ہو جائیں گی؟ کیا ایک مزدور جسے پچھلے سال ایک سو چالیس روپے تنخواہ ملتی تھی سو فیصدی قیمتیں بڑھ جانے کے بعد اسکو ۲۸۰ روپئے تنخواہ ملے گی؟ کیا ممکن ہے کہ جو تنخواہوں میں تفاوت ہمارے وزیر مالیات نے پچھلے سال رکھا تھا۔ اس میں کمی کی گنجائش ہے۔ کیا کوئی ایسا فنڈ ہے جو لوگوں کی بہبود کے لئے کام دے سکے۔ آپ پولیس کی تعداد کو اس لئے بڑھا

رہے ہیں کہ امن وامان قائم رہے۔" میں جناب وزیر مالیات سے گزارش کروں گا کہ وہ جواب دیں کہ کیا پولیس میں ا ب کرپشن نہیں ہے اور کیا ٹریفک پولیس کو اب ماہانہ پیسے نہیں ملتے ہیں اور کیا پولیس والے آج ان ہی کا چالان نہیں کرتے ہیں جو ان کو ماہانہ رقم نہیں پہنچاتے اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پولیس نے آج جھوٹے مقدمات قائم کرنا چھوڑ دیئے ہیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ شریفوں کی زندگی سے پولیس نہیں کھیل رہی ہے۔ پولیس گشت کرتی رہتی ہے۔ دوکانوں میں چوریاں ہوتی رہتی ہیں۔ ڈکیتیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے ہیں کہ ان کا اخلاقی معیار کس قدر گرا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ اور دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں نیز اس کا مشاہدہ کرا سکتا ہوں کہ آج بھی اسی CORRUPTION، اسی چور بازاری، اور رشوت ستانی کا دور دورہ ہے۔ اسلئے جناب والا! پہلے یہ تجویز پیش کرنا چاہیئے تھی کہ پولیس کو ہم اس طریقے سے سدھاریں گے اس کے بعد پولیس میں اضافہ کریں گے۔ سدھارنے کا تو کوئی منصوبہ نہیں ہے اضافہ کا ضرور منصوبہ ہے۔ معلوم نہیں آپ کے ذہن میں آخر ہے کیا۔ فلاحی ریاست کے ساتھ پولیس ریاست کا تصور؟ میں نہیں سمجھتا کہ یہ دونوں آپس میں کیسے ملتے ہیں۔ ایک بات اپنے ذہن میں رکھیں اسے ذہن نشین کریں کہ سیاسی آزادی کے حقوق کا تحفظ اسوقت تک ناممکن ہے جب تک کہ معاشی استحصال سے معاشرہ پاک نہ ہو جائے۔ معاشی استحصال سے معاشرہ کو پاک کرنے کے لئے کیا تدبیریں کی گئی ہیں؟ موجودہ قیادت نے ابتک کتنے ایسے فاقہ مست لوگوں کو جن کو دو وقت کی روٹی نہیں ملتی تھی روٹی دینے کا انتظام کیا ہے؟۔ کتنے لوگ پورے سندھ میں ہیں جو مکانوں میں نہیں رہتے بلکہ سڑکوں پر اور گلیوں میں اپنا وقت گذارتے ہیں ان کے پاس نہ اپنی رہائش ہے نہ کوئی مکان ہے نہ زمین ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو موجودہ قیادت نے اس مصیبت سے نجات دلائی ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ وہ تعداد اتنی لمبی چوڑی اور اتنی زیادہ ہے کہ جس پر موجودہ قیادت فخر کر سکے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج بھی غربت وافلاس کے مارے ہوئے لوگ اسی حالت میں ہیں۔

وزیر موصوف نے کہا ہے کہ ہم نے بارہ ہزار ہاریوں کو زمینیں دیدی ہیں جو ہم نے زمینداروں اور وڈیروں سے حاصل کی تھیں۔ تو سنیئے! یہاں سٹلمنٹ اور سروے کا محکمہ ۱۹۲۶ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ لوگوں کے پاس کی کل زمین کا سروے مکمل کرے تاکہ حکومت کو معلوم ہو سکے کہ کس زمیندار کے پاس کتنی زمین ہے مگر زرعی اصلاحات کا اعلان ہوا تو اس سے پہلے ہی یہ محکمہ توڑ دیا گیا۔ یہ کیوں توڑا گیا؟ صرف اس لئے کہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کس کے پاس کتنی زمین ہے تاکہ SURRENDER کرنے میں کچھ آسانی ہو جائے میں کہتا ہوں کہ اگر یہ محکمہ قائم رہتا تو ہمیں معلوم ہوتا کہ جناب جام صادق علی صاحب کے پاس کتنی زمین ہے اور کتنی SURRENDER نہیں ہوئی۔ ریکارڈ کو چھپایا گیا اور اگر محکمہ پوری اطلاعات دیتا تو بارہ ہزار کے بجائے ۲۴ ہزار ہاریوں کو زمین مل جاتی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس محکمہ پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا اور افسر سے لیکر پٹواری اور نیچے تک کے ملازمین کا تقرر کیا گیا۔ سندھ کا پیسہ اس پر خرچ ہوا۔ اور پھر یکایک سارے معاملے کو لپیٹ کر رکھ دیا گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کون سی دانشمندی تھی۔ کن کے تحفظ کے لئے اور کن کو بچانے کیلئے ایسا کیا گیا۔ کہا یہ گیا ہے کہ ہم نے منصوبہ بندی کے لئے اتنے پیسے رکھے ہیں۔ اتنے ہزار مکانات بنا دیں گے۔ اتنے فلیٹس بنا دیں گے۔ اتنی کالونیوں کو ہم مستقل طور پر آباد کر دیں گے۔ پچھلے سال بھی بجٹ میں کچھ رقم مخصوص کی گئی تھی۔ اس ڈیڑھ سال کے اندر مجھے کوئی ایسی کالونی نظر نہیں آئی جو خالصتاً اس موجودہ حکومت نے ان لوگوں کیلئے بنائی ہو جو جھونپڑیوں میں رہتے ہیں یا سڑکوں پر دن گذارتے ہیں۔

میں ایک بات پوچھتا ہوں جناب من! کالونیوں کو آپ نے مستقل کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ان میں کتنی کالونیوں کی پلاننگ ہو چکی ہے اور ان کو پلاٹ دیئے جا چکے ہیں اور ان کو کچھ امداد بھی دی گئی تاکہ وہ اپنے پلاٹ پر اپنا

مکان بنا کر آرام سے زندگی گذار سکیں ؟ میں سمجھتا ہوں کہ ابتک جو کچھ کیا گیا جو کچھ کیا جا رہا ہے اس سے عوام کو تو فائدہ کم پہنچا لیکن مخصوص طبقے کو ضرور پہنچا ہے ہمیں یہ معلوم ہے کہ چند مفاد پرست وزیروں کے آگے پیچھے سلام کرنے والے یا برسر اقتدار جماعت سے وابستہ لوگوں کو تو ضرور کچھ فوائد پہنچے لیکن ان میں بھی وہ افراد چند ہیں جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں بقیہ عوام الناس نے جنہوں نے روٹی کپڑے اور مکان کے نام پر آپ کو ووٹ دیا تھا۔ ان عوام الناس کو کتنا فائدہ پہنچا۔ ؟

آج اس ایوان میں دوسرا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ پہلا بجٹ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے خود پیش کیا تھا اور دوسرا آج وزیر مالیات نے پیش کیا ہے۔ ایک سال کے عرصہ میں ہم کو صرف وزیر اعلیٰ اور وزیر مالیات یہ بتلا دیں کہ امن اور چین کی حالت کتنے دنوں تک قائم رہی سندھ میں کتنے ہنگامے ہوئے کتنے لوگوں کی جانیں ضائع ہوئیں ہم یہ جانتے ہیں لسانی معاملات میں جو خونچکاں واقعات ہوئے وہ بجٹ کے بعد ہوئے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ مزدوروں اور طلبار کا مسئلہ اٹھا وہ اس کے بعد ہی اٹھا۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اب حال میں سندھ یونیورسٹی میں جو واقعہ رونما ہوا اس میں ایک معزز وزیر تعلیم، گورنر اور وائس چانسلر اور دوسرے افراد کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ کیا یہ آپ حضرات کو معلوم نہیں تھا کہ سندھ میں چند مٹھی بھر افراد علیٰحدگی کی تحریک چلا رہے ہیں۔ آپ کو اس کے متعلق بتلایا گیا۔ بار بار اس کی نشاندھی کی گئی لیکن اس کے باوجود انتظامیہ بے خبر تھی۔ پولیس مفلوج تھی C.I.D اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی یہاں تو C.I.D سفید کپڑوں میں اسمبلیوں کے ارد گرد گھومتی نظر آرہی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ سندھ یونیورسٹی میں اتنا بڑا کانوکیشن ہونے جا رہا ہے C.I.D، انتظامیہ اور پولیس سارے معاملات سے بے خبر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سندھ کے اوپر یہ ایک بد نما داغ ہے۔ اس کی ذمہ داری کس پر ہے ؟ یقیناً LAW AND ORDER کو چلانے والے اور LAW AND ORDER رکھنے والوں پر میں پوچھتا ہوں کہ جمہوریت کا درس دینے والے

عوامی حکومت کہنے والے یہ بتائیں کہ عوامی حکومت کا اور جمہوریت کا یہی تقاضہ ہوا کرتا ہے کہ لوگ باوجود اس کے کہ آزاد ہو چکے ہیں اور سندھ ایک الگ صوبہ ہو چکا ہے لیکن میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنے گھروں میں چین کی نیند نہیں سو سکتے۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتے کہ ان کے ساتھ کل کیا واقعہ پیش آئے گا۔ انہیں کچھ پتہ نہیں کہ کل وہ اپنے گھر میں رہیں گے یا جیل کے اندر ہوں گے۔ جس بے دردی سے D.P.R کا استعمال صوبہ سندھ میں کیا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پینل کوڈ آف پاکستان کی دفعہ ۳۲۳ اور ۳۲۴ سے D.P.R کی کمتر حیثیت ہوگی، آرڈر یہ دیا گیا ہے کہ پولیس جس کو چاہے D.P.R میں بند کر دے۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ شاہ فریدالحق کو پکڑا گیا کسی چوری کے الزام میں اور بجائے اس کے کہ ان پر ۳۷۹ کی دفعہ لگتی D.P.R کی دفعہ لگائی گئی۔

اس موقعہ پر مسٹر عبداللہ بلوچ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ شاہ صاحب کو کب پکڑا گیا؟ ، جس پر شاہ صاحب برجستہ بولے۔ عوام کا پکڑنا شاہ صاحب ہی کا پکڑنا ہے۔ جتنے لوگ پکڑے گئے ہیں وہ شاہ صاحب ہی پکڑے گئے ہیں کیونکہ عوام ہمارے ہیں اور ہم عوام کے

بہر حال D.P.R. کا اس طریقے سے بے دریغ استعمال اور پھر LAW AND ORDER کی ..... SITUATION جب تک کہ صوبہ کے اندر امن و امان قائم نہ ہو لوگوں کی زندگی جان و مال اور عزت کا تحفظ نہ ہو اس وقت تک ساری منصوبہ بندی کاغذات پر ضرور رہے گی۔ اس میں عوام کو کوئی دلچسپی نہیں ہوگی کہ کراچی کے ڈرگ روڈ کی سڑک چوڑی اور روشن کی جا رہی ہو۔ عوام کو تو صرف اس بات کی خوشی ہوگی کہ ان کے دل کب روشن ہوں گے۔ اگر اینٹوں کو رنگین کر دیا جائے، سڑکوں کو چوڑا کر دیا جائے تو کراچی بڑا خوبصورت شہر ہوگا۔ لیکن کراچی اس وقت خوبصورت شہر ہوگا جب یہاں کے لاکھوں لوگ جو کہ بھوک میں مبتلا ہیں، بے روزگاری میں مبتلا، جن کے ساتھ طبقاتی

کشمکش پیدا کی جا رہی ہے جن کو یہ معلوم ہے کہ ان کے حقوق کے ساتھ ایک مسئلہ پیدا کر دیا گیا ہے، ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے، وہ اگر کل جھگی میں سوتے تھے تو آج بھی جھگی میں سو رہے ہیں، ان کو یہ معلوم ہے کہ اگر کل ان کو کھانا نہیں ملتا تھا تو آج بھی نہیں مل رہا ہے، تو کراچی اس وقت خوبصورت ہوگا کہ جبکہ یہاں کے لوگ خوبصورت ہوں گے۔ اور لوگ خوبصورت اس وقت ہوں گے جب ان کا پیٹ بھرے گا۔ اگر کھانا نہیں ہے تو خوبصورتی کا کوئی معیار قائم نہیں ہو سکتا۔

آٹے کے گرتے ہوئے معیار پر ہمارے ایک محترم وزیر نے ڈپٹی تقریر کہا ہے کہ "آٹے کی اس وقت قلت ہے اس لئے امیر اور غریب دونوں شیئر کریں جب تک قلت باقی رہے گی ہم دو قسم کا آٹا فروخت نہیں کر سکتے۔" میں اس معزز ایوان کے سامنے دعویٰ سے کہہ رہا ہوں کہ آج بھی دو قسم کا آٹا فروخت ہو رہا ہے۔ ایک معیاری اور دوسرا غیر معیاری۔ دونوں کی علیحدہ قیمتیں ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آٹے کی قلت ہے۔ اس لئے امیر اور غریب دونوں شیئر کریں۔ کیوں صاحب جب قلت دور ہو جائے گی تو امیر کے لئے دوسرا آٹا ہوگا اور غریب کے لئے دوسرا آٹا ہوگا۔؟ یہ کیسی غریب پروری ہے۔ یہ کیسی مساوات ہے کہ غریب اور امیر دو قسم کے آٹے کھائیں۔ یہ کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ بھئی جب قلت نہیں ہوگی تو کیا امیر اور غریب دونوں شیئر نہیں کریں گے؟ آپ یہ تفاوت ختم کریں اس لئے کہ آپ نے اپنے منشور میں اس تفاوت کو ختم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مساوات محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کا نعرہ آپ لگا رہے ہیں اس پہ آپ عمل پیرا ہو کر دکھائیں، خود عمل کریں تاکہ لوگوں کو یہ سکون حاصل ہو کہ کراچی خوبصورت ہو رہا ہے۔ حیدرآباد خوبصورت ہو رہا ہے۔ لاڑکانہ خوبصورت ہو رہا ہے، سکھر خوبصورت ہو رہا ہے۔ لیکن یہ ساری خوبصورتی اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ پیٹ کی خوبصورتی نہیں ہوگی، تن کی خوبصورتی نہیں ہوگی۔ اور اس وقت تک ذہن بھی خوبصورت نہیں ہو سکتا اور حقوق کا تحفظ بھی نہیں ہو سکتا۔

میں آج اس ایوان میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ متحدہ محاذ کا ایک جلسہ حیدرآباد میں ہوا ایک معمولی سا واقعہ بھی ایڈمنسٹریشن یہ بتا دے کہ پیش آیا ہو۔ پیر صاحب پگاڑو کی قیادت میں جلوس بھی نکلا جلسہ بھی ہوا۔ کراچی میں جلسہ کا اعلان کیا جا چکا تاریخ تاریخ مقرر کی جا چکی، اجازت دی جا چکی، اجازت نامہ موجود ہے۔ اس اجازت نامہ کو رد کر دیا گیا جبکہ اس سے پہلے کراچی میں دو تین ہفتے پہلے کوئی لڑائی بھی کوئی ہنگامہ نہیں، کوئی جھگڑا نہیں، کوئی خلفشار نہیں اور کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں تھا تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا جمہوریت کا یہی اصول ہے سا اچانک ایک روز پہلے جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔ دراصل عوامی حکومت نے جلسے کو ملتوی کر کے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ وہ عوامی نمائندوں سے بھی ڈرتی ہے، عوام کی شورش سے بھی ڈرتی ہے سارے کبھی کس سے ڈر رہے ہیں؟ جب اپنی کے صوبے کا ایک سپوت پیر صاحب پگاڑا سلطان کے مقابلے میں ہے تو ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں جمہوریت میں یہ ہوا کرتا ہے کہ حکومت کی مخالفت کی جاتی ہے۔ حکومت کی مخالفت کرنا کوئی بری بات نہیں ہے مخالفت کو سننا بھی پڑے گا اور ان کے معاملات کو سلجھانا بھی پڑیگا۔ کیا LAW AND ORDER کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو جیل میں بند کر دیا جائے یا لوگوں کو جلسے اور جلوس کی اجازت نہ دی جائے۔ بھائی صاحب! میں نہیں سمجھتا کہ یہ مفہوم اور یہ مسئلہ آپ نے کس سے سنا، کس کتاب میں پڑھا اور کس ڈکشنری میں دیکھا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ گذشتہ ڈیڑھ سال کے اندر جتنے سیاسی لیڈروں کی گرفتاری ہوئی پچھلے ۲۵ سال میں بھی اتنی تعداد میں نہیں ہوئی اور آپ کے پاس اگر اس کے خلاف کوئی ثبوت موجود ہے تو آپ اعداد و شمار منگوا کر دیکھ لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو سیاسی انتقامی کارروائی پاکستان میں خصوصاً صوبہ سندھ میں ہوئی ناقابل بیان ہے اور ناقابل برداشت ہے۔ یہ عجب تماشا ہے کہ وہ

لوگ جو جلسے میں شریک نہ ہوں، گھروں میں موجود ہوں، حتیٰ کہ بیمار شخص کو سانگھڑ سے اٹھایا گیا اور اس کو کہا گیا کہ اسے D.P.R کے تحت بند کیا گیا ہے۔ آج بھی سانگھڑ میں جو کچھ ہو رہا ہو رہا ہے وہ عوام کو معلوم ہے کہ کس لئے ہو رہا ہے۔ کیوں صاحب! کیا پیر صاحب پگاڑو کو سیاست میں حصہ لینے کا کوئی حق نہیں، انہیں بھی اپنے خیالات کے اظہار کا حق دیجئے تا آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ یہاں لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ یہاں تک کہ سانگھڑ کی جیلوں میں جگہ نہیں ملی تو دوسرے ضلعوں کی جیلیں میں منتقل کر دیا گیا — کیوں صاحب! آپ خود اپنے لوگوں کا استحصال کر رہے ہیں، جس کا رونا ہم رو رہے ہیں۔ اسی معاملے کو آپ یہاں دہرا رہے ہیں! میں نہیں سمجھتا کہ کسی بھی حکومت کے لئے جو عوامی اور جمہوری ہونے کے دعویدار ہے وہ اس قسم کی حرکات سرزد کرے جو تاریخ میں بھی ناقابل معافی ہوا کرتی ہیں اس لئے حکومت سے میری یہ درخواست ہے کہ ردی ٹکڑے کا فوری انتظام کرے، منصوبہ بندی ضرور کرے لیکن لوگوں کو چین سے رہنے کا موقع فراہم کرے۔ لوگوں کو کم سے کم اتنا سکون ہو کہ رات جب وہ اپنے گھر میں جائیں تو صبح کو خیریت سے اٹھیں اور کام پر چلے جائیں یا جو چاہے کریں۔ شام کو واپس بھی آجائیں جبکہ اس وقت گھر والوں تک کو پتہ نہیں چلتا کہ آدمی جیل میں چلا گیا۔ ایک روز کے بعد معلوم ہوا تو پولیس یہ بتاتی ہے کہ ہمیں نہیں معلوم —

اب میں آپ حضرات کے سامنے چند شعبہ جات جن کا تعلق کراچی سے بھی ہے۔ اور سندھ سے بھی۔ چند معروضات پیش کر رہا ہوں جو کہ صرف اصلاحی نقطۂ نظر سے ہیں۔ میرا ذاتی طور پر کسی سے کوئی عناد نہیں ہے۔ جو باتیں معلوم ہوئیں جو ذاتی تجربہ حاصل ہوا ان تجربات کی روشنی میں ہم کچھ معروضات آپ حضرات اور اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اگر کچھ ہو سکے تو اس کے متعلق کارروائی کی جائے۔ میں نے پچھلے سال بھی عرض کیا تھا اور اب بھی دہرا رہا ہوں حضرات! پیپلز پارٹی کے جو برسرِ اقتدار لوگ ہیں پیپلز پارٹی کے جو بڑے افراد ہیں، پیپلز پارٹی کے جو اراکین ہیں اور پیپلز پارٹی کے جو وزراء ہیں وہ تو اپنا کام کر رہے ہیں۔ کیسے کر رہے ہیں یہ وہ خود جانتے ہیں لیکن آپ کی پارٹی کے چھوٹے افراد جو محلوں میں، گلیوں میں، دیہاتوں میں اور قصبات میں بستے ہیں اگر ان پر سے آپ کا کنٹرول اٹھ گیا تو پارٹی قائم نہیں رہ سکتی۔ اور میں یہ جانتا ہوں کہ کراچی میں ان پر کوئی کنٹرول نہیں۔ اور تو چھوڑیئے دو دو دفاتر قائم ہیں جب پوچھا کہ یہ کس کا ہے تو انہوں نے کہا کہ صاحب یہ فلاں چیئرمین کا دفتر ہے۔ پھر پوچھا کہ یہ دفتر کس کا ہے تو بتایا گیا کہ یہ فلاں چیئرمین کا ہے۔ پھر پوچھا کہ کس کے کے پاس جائیں تو انہوں نے کہا فلاں چیئرمین کے پاس جائیں اور اگر دوسرے کے پاس جاؤ گے تو ٹانگیں توڑ دیں گے۔ ان سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ پیرزادہ گروپ ہے اور یہ دوسرے کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ جے۔ اے۔ رحیم گروپ ہے۔ اب لوگ پریشان ہیں کہ کیا کریں۔ دس دس فٹ کے فاصلے پر دو دو جھنڈے لگے ہوئے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دو دو دفاتر قائم کر دینا کوئی کمال کی بات نہیں ہے کنونشن لیگی بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے وہ کہتے کہ یہ ایوب کی حکومت ہے کوئی کہتا تھا کہ میں چیئرمین ہوں یہ مکان خالی کر دو ورنہ ڈنڈا استعمال کیا جائے گا اگر آپ کی جماعت نے بھی یہ طریقہ اختیار کرنا شروع کر دیا تو وہ بہتر کارکردگی سے محروم ہو جائے گی K.D.A اور ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ میں مجھے وثوق سے معلوم ہے کہ کوئی درخواست اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی جب تک کہ پیپلز پارٹی کے علاقے کے چیئرمین کی مہر لگوا کر نہ لائی جائے اور اگر دوسرے علاقے کے چیئرمین کی مہر کاغذ پر لگوا کر لائی جائے تو وہ کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا جائے گا اور اس سے کہہ دیا جائے گا کہ یہ عثمان بڈانی کی مہر نہیں یہ علاؤالدین کی مہر ہے یہ گھانگرو کی ہے K.D.A کے ڈائریکٹر نے مجھ سے خود کہا کہ K.D.A میں جو پلاننگ ہو رہی ہے اس میں گھانگرو صاحب کو جناب وزیر نے اجازت دی ہے کہ اگر وہ سلپ دے دیں گے تو ان کو زمین الاٹ کر دی جائے گی۔ میں نے وزیر صاحب سے خود کہا کہ میں منتخب نمائندہ ہوں مجھ

سے کیوں اجازت نہیں لی جاتی۔ لیکن جب وہ شخص ہٹ گیا تو اس شخص نے کہا شاہ صاحب آپ تو جانتے ہیں کیوں میری نوکری کے پیچھے پڑے ہیں، خدا کے لئے مجھے زندہ رہنے دیں، صاحب کا اصول یہ ہے کہ کراچی میں قائد اعظم کے مزار کو چھوڑ کر وہ کراچی کا چپہ چپہ الاٹ کر دیں گے۔ میں عرض کروں گا کہ خواہ میری سفارش سے الاٹ کریں لیکن کتنے ہزار پلاٹ الاٹ اور کتنے لوگ اپنے حق سے محروم ہوئے لیکن پھر بھی منصوبہ بندی نہیں ہوئی۔ گو مجھے اس کی تحقیق نہیں ہے۔ لیکن یہاں اس چیز کی شہرت ہے کہ چند ایجنٹ مقرر ہیں جو کہتے ہیں کہ پانچ سو روپے دو زمین الاٹ کر دی جائے گی۔ آپ ضرور الاٹمنٹ دیں، لوگوں کو زمینیں دیں، گھروں کو بسائیں لیکن کم سے کم ایسی صورت اختیار کریں کہ آپ کی جماعت سے تعلق رکھنے والے لوگ بلا وجہ دھونس اور دھاندلی میں لوگوں کے حقوق غصب نہ کریں۔

دوسری بات میں K.D.A. کے متعلق عرض کروں گا۔ میں جس علاقے کا منتخب نمائندہ ہوں اس علاقے میں K.M.C. - L.K.M.C. اور K.D.A. کام کر رہے ہیں۔ میں نے آج سے ڈیڑھ سال پہلے بھی یہ عرض کیا تھا کہ اس علاقے میں جہاں اور جتنی جھونپڑیاں پڑی تھیں وہ آج بھی موجود ہیں۔ منصوبہ بندی میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نا تھا خان گوٹھ تقریباً پچاس سال پرانی آبادی ہے۔ اگر جام صاحب کو فرصت ہو تو وہ خود جا کر میں سمجھتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ جانا تو پسند نہیں کریں گے اگر مناسب ہو تو اپنے کسی چھوٹ بھیئے چیرمین کو ساتھ لیکر نا تھا خان گوٹھ اور ایسی ۱۱ اور دوسری کالونیاں چلے جائیں، اگر وہ وہاں طریقے سے کپڑے بچا کر گلیوں سے گذر جائیں گے تو میں ان کو مزید انعام دینے کی جرأت کروں گا حالانکہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔

جام صادق علی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:۔
جناب! شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ مزید انعام دوں گا تو کیا یہ وزارت انہوں نے ہی مجھ کو دی ہے۔
شاہ صاحب فوراً بولے۔ ظاہر بات ہے کہ میں عوامی نمائندہ ہوں اور آپ میری وجہ سے وزیر ہوئے ہیں۔

البتہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ذاتی طور پر آپ کو کیا مل رہا ہے۔ میں ذاتیات میں نہیں پڑتا۔ بہرحال اسی طرح ملیر کا علاقہ بھی جہاں ڈیڑھ سال پہلے جھونپڑیاں پڑی تھیں وہ آج بھی موجود ہیں اور ان میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یہ اضافہ کون کرا رہا ہے۔ یہ اضافہ پولیس اور پیپلز پارٹی کے مقامی چیرمین اور ممبران کرا رہے ہیں۔ اگر آپ اس پر کنٹرول نہ کریں گے تو ۵۰۰ جھونپڑیاں اٹھائیں گے تو ۵۰۰ ہی وہاں اور پڑ جائیں گی۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی یہ تجویز پیش کی تھی اور آج بھی پیش کر رہا ہوں کہ جس علاقے میں جتنی جھونپڑیاں پڑی ہیں اگر اس سے زیادہ ہو جائیں۔ تو اس علاقے کے تھانہ کے انسپکٹر کو معطل کر دیا جائے۔ اگر آپ یہ نہ کریں گے تو کراچی کی آبادی کے مسائل زندگی بھر حل نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ جب دس دس پانچ پانچ روپے لیکر جھونپڑیاں ڈالی جائیں گی تو یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا اسلئے میں علاقے کے تھانیدار کو ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔

پاکستان میں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ لوگ کس مصیبت سے سفر کرتے ہیں یہ ہم نے دیکھا ہے۔ آپ نے منی ٹیکسیاں چلوائیں۔ حکم یہ دیا کہ دس آدمی سفر کریں گے لیکن ۱۸ آدمی سفر کرتے ہیں پولیس کو نشہ آتا ہے تو سڑک پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ کنٹونمنٹ کا مجسٹریٹ پولیس کی گارڈ لیکر آتا ہے اور دو سو روپیہ جرمانہ کرتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے کہ جرمانہ آج کیوں ہوا ہے۔ پہلے بھی تو قانون تھا، تو کہتا ہے کہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم ہر وقت ان کا پیچھا کریں۔ ہر سال یہ وعدہ کیا جاتا ہے اور اس سال بھی یہ وعدہ ہے کہ دس بارہ ہزار بسیں آرہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بسیں جاتی کہاں ہیں لوگوں کو سخت تکلیف ہے۔ ایک ایک بس اسٹاپ پر سینکڑوں آدمیوں کا مجمع ہے، عورتیں چیخ رہی ہیں۔ لڑکیاں پس رہی ہیں۔ طالب علموں کی جان جا رہی ہے، مضافاتی بستیاں جو کہ دس میل ۱۵ میل دور ہیں جب مزدور اپنی مزدوری کرنے کے لئے INDUSTRIAL AREA آتا ہے میں اب یہ بیچارہ سفر کیسے کرے اور اتنی دور دراز کی مسافت

طے کر کے اپنی منزل پر واپس کیسے پہنچے ۔مہنگائی کا یہ عالم ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے ۔کوئی فرق نہیں پیدا ہوا ۔اب سوال یہ ہے کہ وہ سفر کر کے جب اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتا تو پھر ساری سڑکیں چوڑی کرنے کی منصوبہ بندی کرنا بالکل بیکار ہے ۔میں حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا کہ کراچی کو خوبصورت بنانے کے لئے مضافاتی بستیوں کو خوبصورت بناؤ ان کے مسائل حل کرو ۔

جناب عالی ! یہ کہا گیا ہے کہ تعلیمی شعبہ میں اتنا پیسہ رکھا گیا ہے ۔ پیسے رکھیں خوب تعلیم کو ترقی دیں ۔میں جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں چند معروضات رکھنا چاہتا ہوں ۔محترم ! تعلیم کا معیار گر گیا ہے لڑکے کلاس میں پڑھنے میں دلچسپی نہیں لیتے ۔اساتذہ پڑھانے میں دلچسپی نہیں لیتے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے ملازم ہو گئے ہیں ۔پرواہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔پرنسپل کوئی بات کرتا ہے ۔اسکے خلاف نعرے لگتے ہیں وزراء سے اس کو ہٹانے کی سفارش کی جاتی ہے نوکریاں لوگوں کی ختم ہو رہی ہیں ۔سینکڑوں تجربہ کار لوگ اپنے گھر بیٹھ گئے ۔اب جو ناتجربہ کار لڑکے پڑھانے کے لئے آرہے ہیں وہ دلچسپی نہیں لیتے ۔ وہ کسی پارٹی سے دلچسپی رکھتے ہیں ۔آپ ذرا اس بات پر غور کریں اور توجہ دیں کہ آپ کی NATIONALIZATION کی پالیسی سے معیار تعلیم پست ہو رہا ہے ۔اس کو اونچا کرنے کی کوشش کریں ۔آپ نے کہا ہے

جو لوگ بھی میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا چاہیں گے ان کو کوئی دشواری نہ ہو گی ۔سب کا داخلہ ہو گا ورنہ تعلیم مفت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اسکولوں میں لڑکے پڑھنے کیلئے نہیں ہیں عمارت اور عملہ پر روپیہ ضائع ہو رہا ہے ۔ایسی اسکیموں سے کیا فائدہ پہلے پرائمری تعلیم مفت کریں، سب کو جبری پرائمری تعلیم دلوادیں، اس کے بعد مڈل STANDARD تک تعلیم مفت کرنے کی کوشش کریں ۔اس سے پیشتر یہ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ ہم تعلیم پر اتنا پیسہ خرچ کر رہے ہیں ۔کوشش اس بات کی ہونی چاہیئے کہ جو لوگ پڑھنا نہیں چاہتے ۔ وہاں اسکولوں کے کھولنے کا کیا فائدہ ۔تعلیم کو جبری کرنا چاہتے ہیں تو پینل کوڈ کے تحت قانون بنادیں کہ کوئی لڑکا جو پانچ سال کا ہو گا اور اسکول نہیں جائیگا تو قانون کے مطابق کارروائی کی جائیگی ۔

میں چند گذارشات بجٹ سے متعلق کر کے اپنی تقریر ختم کرونگا ۔جناب وزیر مالیات نے یہ فرمایا ہے کہ ۱۹۷۱ء کے بحران سے مارکیٹ کی حالت میں جو ابتری پیدا ہوئی ہے اس سے قیمتوں میں اضافہ ضروری تھا ۔میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی ۱۹۷۱ء میں جو بحران پیدا ہوا اس میں جو اشیاء پاکستان میں پیدا ہوتی تھیں اور بحران کی وجہ سے ایکسپورٹ نہیں کی جاسکیں ۔تو اس سے قیمتوں میں کمی ہونی چاہیئے تھی یا اضافہ ۔ یہ فلسفہ میری سمجھ میں نہیں آیا ۔جبکہ مشرقی پاکستان یا دوسرے ملکوں کو جانے والا مال بھی باہر نہیں جاسکا تو اس مال کی کھپت نہ ہونیکی وجہ سے چیزوں کی قیمتیں کم ہونی چاہیئے تھی نہ کہ بڑھنی چاہیئے تھیں ۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ افراط زر کے ذریعہ مصنوعی قلت پیدا کی گئی اور مصنوعی قلت پیدا کر کے چیزوں کی قیمتوں کو بڑھنے پر بھی مجبور کیا گیا مگر کیا اس پر کنٹرول کرنا حکومت کی ذمہ داری نہیں ۔ ؟آپ نے کہا کہ UTILITY STORE یوٹیلٹی کھولیں گے پہلے تو یہ UTILITY STORES کتنے ہوں گے سو ہوں گے دوسو ہوں گے ۔ یہ باتیں بعد کی ہیں ۔آپ نے کہا ہے کہ یوٹیلیٹی اسٹور ۱۵ سے ۱۸ فیصد تک عام مارکیٹ ریٹ سے سستی چیزیں ملیں گی ۔بھائی صاحب ! بعض چیزوں کی قیمتیں ڈھائی سو فیصد بڑھ چکی ہیں ۔ اگر اس کی وجہ سے کم بھی ہوئیں تو اس سے عوام کو سکون کیا ملا ؟

آپ نے بحث میں EMPOLYMENT کی جو تعداد بتائی ہے اس میں روزانہ اجرت پر کام کرنے والے ٹھیکداروں کے ملازمین کو بھی شامل کر لیا گیا ہے ۔ یہ میں نہیں سمجھا کہ اس میں آپ کی کارکردگی کو کیا دخل ہے ۔پرائیویٹ اداروں نے ڈیلی ویجز پر ملازمت دیدی ہے یہ آپ کے لئے فخر کا موجب نہیں ہے آپ نے کتنے آدمیوں کو ملازمت دی ؟ ۔

اس کے بعد ایکسپورٹ کا مسئلہ ہے ۔ایکسپورٹ

کی کارکردگی پر آپ فخر نہ کریں پرائیویٹ لوگوں کو فخر
کرنے دیں۔ آپ نے T V D U S T R I E S
NATIONALISE کی ہیں ان میں کتنا اکسپورٹ کیا ہے
کتنا کمایا ہے کتنے آدمیوں کو نوکریوں کی FACILITY
مہیا کی۔ یہ تو بھی تعریف کی بات لیکن یہ تو کوئی تعریف
کی بات نہیں ہے کہ کارکردگی دکھائی پرائیویٹ سیکٹر نے
اور تعریف اپنے نام لکھوالی۔ آپ نے یہ کاٹن اور یاران
پر سیل ٹیکس بڑھا دیا ہے۔ اس سے قیمتوں میں کمی ہوگی
یا اضافہ ہوگا؟ اس کا فیصلہ آپ خود کریں۔ اس کے بعد
آپ نے یہ کہا ہے کہ صاحب! ہم نے چینی کی قیمت مقرر
کردی ہے۔ کیا کردی صاحب؟ ڈھائی روپے جب کہ
پہلے ڈیڑھ روپیہ قیمت تھی۔ میں نہیں سمجھتا اس میں
آپ نے کوئی کارنامہ کیا ہے۔ چینی کی مصنوعی قلت اسمگلنگ
کے ذریعہ پیدا کی گئی اور یہ صورت حال پیدا کی گئی کہ لوگوں
کو ڈھائی روپے سیر چینی ملے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ چینی کو
دبا کر اسمگلنگ کی گئی اور حکومت کو یہ معلوم تھا کہ اسمگلنگ
ہو رہی ہے۔ ساری چینی غائب ہوگئی۔ ظاہر بات ہے کہ
چینی کی قلت آپ نے پیدا کی ہے اور آپ فخر کر رہے ہیں
کہ چینی کی قیمت ڈھائی روپے مقرر کردی ہے۔

ایک بات جو عام طور پر محسوس کی جارہی ہے کہ مختلف
شعبہ جات میں وزراء تقررات کر رہے ہیں اور اندرون
سندھ میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ تقررات ضرور کیجئے اور لوگوں
کو ملازمت فراہم کیجئے لیکن ایک بات کا خیال رکھیے کہ
اس سے لوگوں میں یہ احساس پیدا نہ ہو جائے کہ طبقاتی
فرق پیدا کیا جارہا ہے۔ اس بات کا خیال ضرور رکھئے کہ
حقدار کو اس کا حق ملنا چاہیئے۔ جو بھی مظلوم ہو اس کی
مدد کرنی چاہیئے۔ اس بات کا خیال نہ کریں کہ پہلے چونکہ
پرانے رہنے والوں کو اتنا نہیں ملا اب ملنا چاہیئے۔
اس لیئے جو پرانے چلے آرہے ہیں انہیں نکال دینا چاہیئے
اور ان کی جگہ دوسرے رکھ لینا چاہیئے۔ ضرور رکھیں۔ ہر
مظلوم کو نوکری بھی دیں۔ ان کی اعانت بھی کریں لیکن
عوام الناس میں کم سے کم تفریق کا احساس پیدا نہ ہونے دیں
میں اپنے پرانے بھائیوں اور حکومت سے درخواست کروں
گا کہ بھئی بہت کچھ ہو چکا کم سے کم اب ہمیں ایک مسلمان اور
سچے سندھی مسلمان ہونے کی حیثیت سے سوچنا چاہیئے اور
عمل کرنا چاہیئے تاکہ ہم اس صوبے کو ترقی دے سکیں اور
اس کے کارہائے نمایاں دوسروں کیلئے قابل تقلید بن سکیں۔

شفاعت نگر

محبوبِ ربِّ عرش ہے اس سبز قبہ میں
پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے
طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہرِ شفاعت نگر کی ہے

(اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ)

شہِ طیبہ کے دربار میں

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

(اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ)

رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الف ثانی

تحریر:- محمد طفیل سالک

دسویں صدی ہجری کا دور تھا ہندوستان میں مغل بادشاہ اکبر کے اقتدار کا طوطی بول رہا تھا اسلام سے انتقام لینے کی خاطر بعض شاطر ہندو پنڈتوں نے دربار میں اپنے بے پناہ اثر ورسوخ کے باعث ایک نئے دین کی بنیاد رکھی جس کا نام دین اکبری یا دین الٰہی قرار پایا جس کا مقصد برصغیر میں اسلام کی غالب اور امتیازی حیثیت کا خاتمہ تھا اور مسلمانوں کی دینی و تہذیبی انفرادیت اور جداگانہ ملی تشخص کے تمام نشانات مٹا کر انہیں ہندو سماج کے اندر ضم کرنا تھا دین الٰہی پندرہ مختلف مذاہب کے چند اصول وقوانین کا معجون مرکب تھا چند علماء سو بھی اکبر کو اپنا پیشوا تسلیم کر چکے تھے اس دین الٰہی کی رو سے سورج کی پرستش آگ پانی ہوا اور درخت کا احترام لازم تھا پیشانی پر قشقہ لگایا جاتا آتشکدہ میں اگنی دیوتا کی پوجا ہوتی بادشاہ کو ظل سبحانی سمجھ کر سر دربار سجدہ کیا جاتا چونکہ اس نئے دین کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی اس لئے ہندو کھلم کھلا اسلامی احکام کا مذاق اڑاتے اور شعائر اسلامی کی توہین کرتے تھے مسلمان اس حد تک عاجز ودرماندہ تھے کہ انہیں اپنے اکثریتی شہروں میں بھی کھلے بندوں اسلامی احکام کی ادائیگی کی جرأت نہ ہوتی تھی گاؤ ذبیحہ پر پابندی لگا دی گئی تھی کفار سے جزیہ لینا موقوف کر دیا گیا۔

قریب تھا کہ برصغیر میں اسلام ہندوؤں کی جارحانہ کارروائیوں اور دین الٰہی کی فتنہ سامانیوں کی نذر ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے ایک ایسی ہستی کو پیدا فرمایا جس نے ان تمام عصری فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بے لوث اور انتھک جدوجہد سے نہ صرف "دین الٰہی" کے نام ونشان کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دیا بلکہ مسلمانوں کو اپنے منفرد تہذیبی وجود جداگانہ ملی تشخص کا احساس بھی دلایا اور ہندوانہ رسم ورواج کی بجائے اسلامی اقدار وروایات کی پابندی پر زور دیا تاریخ اسلام اس عظیم ہستی کو امام ربانی مجدد الف ثانی کے القاب گرامی سے یاد کرتی ہے امام ربانی اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ امام اسلام تھے اور مجدد الف ثانی اس لئے کہ رسول عربی علیہ افضل التحیۃ والثناء کے ہزار سال بعد آپ کے دم قدم سے ملت اسلامیہ کے تن مردہ کو حیات تازہ

خوابِ گراں کب تک...؟

مولانا محمد یونس مالگانوی

یہ مانا ارتقائے ذہن انسان ہوتی جاتی ہے　　مگر کافورِ شمع نورِ ایماں ہوتی جاتی ہے

بتا اے قوم کیوں حالت پریشاں ہوتی جاتی ہے　　جہاں میں تیری ہستی ننگ انساں ہوتی جاتی ہے

وہ اک دن تھا زمانہ تیرے آگے سر خمیدہ تھا
حقیقت عظمت رفتہ کی پنہاں ہوتی جاتی ہے

ہے کیسی بے نیازی تجھ کو احکام شریعت سے　　کتاب اللہ وقف طاقِ نسیاں ہوتی جاتی ہے

اخوت اور رواداری کا جوہر کھو دیا تو نے،　　بہم آمادہ دست و گریباں ہوتی جاتی ہے

تیری غفلت شعاری تیری بربادی کا باعث ہے
مگر تو ہے کہ قسمت پر نالاں ہوتی جاتی ہے

خدارا چونک اٹھ اے قوم یہ خواب گراں کب تک　　تیری غفلت تو اب تخریب ساماں ہوتی جاتی ہے

پراگندہ ادھر ہے ملت وحدت کا شیرازہ　　ادھر قوم دگر تنظیم ساماں ہوتی جاتی ہے

اگر اقوال و اعمالِ سلف پر کاربند ہو جا
تو رفعت دیکھ ہمدوش سلیماں ہوتی جاتی ہے

اے یونس کاش اپنی قوم کو احساس پستی ہو　　کہ رسوائے جہاں تا حد امکاں ہوتی جاتی ہے

حاصل ہوئی اور اسلام ایک بہت بڑی سازش کا شکار ہونے سے بچ گیا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو سرہند شریف کے مقام پر پیدا ہوئے آپ کا نام نامی شیخ احمد ہے سلسلہ نسب اڑتالیس واسطوں سے خلیفہ ثانی حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپؒ کے والد ماجد حضرت مخدوم شیخ عبد الاحد سلسلہ عالیہ چشتیہ کے نامور بزرگ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کے خلیفہ مجاز تھے آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کی اور حفظ قرآن کے بعد بہت تھوڑی سی مدت (سترہ برس کی عمر) میں تمام علوم متداولہ عربی و فارسی پر عبور حاصل کر لیا۔

آپؒ نے حضرت خواجہ بیرنگ خواجہ باقی باللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اس میں وہ کمال دکھایا کہ خود مرشد عالی نے یہ فرمایا کہ شیخ احمد ایک آفتاب ہیں اور ہم جیسے ہزاروں ستارے

ان کی روشنی میں گم ہیں حضرت خواجہ باقی باللہ نے جلد ہی آپ کو حصول دولت عرفانی کی بشارت دی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خلافت عطا فرمائی مخلصین طریقت کی ایک جماعت تربیت کے لئے آپ کے سپرد کر دی بلکہ اپنے دونوں بیٹوں شیخ عبید اللہ کو (جو ابھی کم سن ہی تھے) آپ کا مرید کرا دیا۔

تھوڑی مدت میں ہی آپ کا شہرہ ولایت چار دانگ عالم میں پھیل گیا اور ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ سے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہونے لگے۔

دربار اکبری کے کئی بااثر امرا بھی آپ کے حلقہ بگوش عقیدت ہو گئے آپ نے ان کی توجہ دین الٰہی کے خطرناک مضمرات کی طرف دلائی اور اسلام اور مسلمانوں کی غربت اور بدحالی کو دور کرنے کی ترغیب دی تاہم اکبر کی موت کے ساتھ دین الٰہی کا فتنہ دفن ہو سکا۔

اکبر کے بعد اس کا جانشین بیٹا جہانگیر بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر تھا حضرت مجدد الف ثانی نے اسے بھی سمجھانے کی بہت کوشش کی اور اپنے عقیدت مند امراء کو لکھا کہ وہ بادشاہ کی اصلاح کی طرف توجہ کریں کیونکہ بادشاہ کی مثال عالم کے لئے ایسی ہے جیسی بدن کے لئے دل بادشاہ کی اصلاح ہی سے عالم کی اصلاح وابستہ ہے اور بادشاہ کے فساد ہی سے عالم میں فساد پیدا ہوتا ہے آپؒ کے مخلص مریدین امرائے دربار نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لئے پرخلوص کوششیں کیں لیکن جہانگیر اصلاح احوال پر آمادہ نہ ہوا اور بدستور "دین الٰہی" کی ترویج میں لگا رہا۔

آپ نے دین الٰہی کے استیصال شرک و بدعت کے خاتمہ اور عقائد کی درستی پر زور دیا اسی سلسلے میں آپ نے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے معتقدات کو معیار حق قرار دیا اور رفض و تشیع کی پرزور تردید کی جس سے ملکہ نور جہاں اور اس کا بھائی آصف جاہ (جو شیعہ تھے) آپ کے جانی دشمن ہو گئے انہوں نے کئی دوسرے امراء کے ساتھ مل کر جہانگیر کو آپ کے خلاف اکسایا کہ آپ حکومت کے باغی ہیں اور درویشی کے بھیس میں ایک زرہ پوش فوج تیار کر رہے ہیں۔

جہانگیر نے آپ کو دربار میں طلب کیا آپ اپنے درویشوں کے ہمراہ دربار جہانگیری میں گئے لیکن آپ نے دربار کی روایات کے مطابق نہ تو سجدہ تعظیمی ہی کیا اور نہ ہی بادشاہ کو سلام کیا جہانگیر نے پہلے آپ سے اسی عبارت کی وضاحت چاہی جب آپ نے شافی جواب دے کر اسے ساکت کر دیا تو اس نے سجدہ تعظیمی نہ کرنے کی وجہ پوچھی آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا۔

"اے جہانگیر! یہ ایک کھلی ہوئی ضلالت ہے کہ میں اپنے ایسے ایک مجبور انسان کو قابل سجدہ سمجھوں جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برکات کے سوا کسی کے سامنے سجدہ جائز نہیں۔"

جہانگیر یہ جواب سن کر برافروختہ ہو گیا اور آپ کو درویشوں کے ہمراہ قید کر لینے کا حکم دے دیا۔ اور گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا گیا۔

جب آپ کے معتقد امراء کو آپ کی قید کی خبر ملی تو

بہت رنجیدہ ہو گئے اور انہوں نے مل کر آپکی رہائی کیلئے کوشش شروع کر دیں آپ کے حامی امراء کے طرز عمل اور جیل میں آپ کے حسن سلوک اور تبلیغ ــ

اسلام کی مخلصانہ کوششوں نے جہانگیر کی غلط فہمیاں بہت حد تک دور کر دی تھیں اس دوران میں شاہجہاں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا اس نے بھی آپ کی رہائی کے لئے جہانگیر پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا بالآخر جہانگیر نے بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر آپ کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا لیکن حضرت امام ربانی نے رہائی کے لئے چند شرائط پیش کیں۔

۱ ـــ بادشاہ کو سجدہ کرنا بالکل بند کر دیا جائے
۲ ـــ ملک میں گائے کے ذبیحہ کی عام اجازت دی جائے اور بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے گائے ذبح کرے
۳ ـــ ملک میں جہاں جہاں مساجد شہید کی گئی ہیں انہیں دوبارہ تعمیر کیا جائے۔
۴ ـــ دربار عام کے مقابل ایک جامع مسجد بنائی جائے جس میں عام مسلمان نماز پڑھیں۔
۵ ـــ حکام مثلاً قاضی محتسب وغیرہ شرعی قواعد کے مطابق مقرر کئے جائیں۔
۶ ـــ شریعت کے اصول کے مطابق کفار سے جزیہ لیا جائے۔
۷ ـــ ہر خلاف شرع قانون منسوخ کیا جائے اور شریعت محمدی کے احکام نافذ کئے جائیں۔
۸ ـــ بدعت کے تمام کام بند کئے جائیں۔
۹ ـــ ہندوستان بھر کے تمام قیدی رہا کئے جائیں۔

جہانگیر نے یہ تمام شرائط مان لیں اور آپ بصد اعزاز و اکرام قلعہ گوالیار سے رہا ہوئے رہائی کے بعد آپ ۸ سال تک لشکر شاہی کے ہمراہ رہے جس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کو لشکر کے امرا اور حکام اور خود بادشاہ کی اصلاح و تربیت کا موقعہ ملتا رہتا تھا اس کے علاوہ جہاں جہاں بھی لشکر جاتا آپ کے فیوض و برکات پھیلتے جاتے تھے اب جہانگیر کی حالت بہت بدل چکی تھی اور اس نے حضرت مجدد الف ثانی کی ہدایت کے مطابق دین الہی سے روگردانی کر کے شرع اسلامی کے احکام کو رواج دینا شروع کر دیا تعمیر مساجد اور گائے کے ذبیحہ کی طرف خاص توجہ دی اور اسلام کے دیگر احکام کو بھی نافذ کرنے کیلئے مستعد ہو گیا۔

آپ نے تریسٹھ برس کی عمر پائی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اتباع میں اس قلیل مدت میں تجدید و احیائے دین کا وہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا جس کی نظیر تاریخ اسلام میں مشکل ہی سے ملتی ہے آپ نے جو کامیابی حاصل کی وہ محیر العقول بھی ہے اور آپ کی روحانی عظمت و قوت کا تابندہ نشان بھی آپ ہی کی مجددانہ مساعی کا نتیجہ ہے کہ آج نہ صرف یہ کہ دین الہی کا نام و نشان تک دنیا سے مٹ گیا ہے اور مسلمانوں اور غیر مسلموں (جن کے ایماء پر یہ تحریک شروع ہوئی تھی) میں بھی اس دین کا کوئی نام لیوا موجود نہیں بلکہ اسلام کی غالب اور امتیازی حیثیت بھی برقرار ہو گئی اور مسلمان ہندو سماج میں ضم ہونے کی بجائے اپنے منفرد تہذیبی وجود اور جداگانہ ملی تشخص کو قائم رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

اسی مجددی فیضان کا نتیجہ ہے کہ بعد میں جب حالات نے پھر ایسا ہی نقشہ پیش کیا تو برصغیر کے مسلمانوں نے کانگرس کی متحدہ ہندی قومیت کے خلاف تحریک چلائی اور جداگانہ اسلامی قومیت کی بنیاد پر ایک الگ آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کے قیام کا مطالبہ پیش کیا۔

جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کی صورت میں پورا ہو گیا گویا پاکستان کا وجود اسی مرد حق کے نعرہ بیباکانہ کی صدائے بازگشت ہے جو آپ نے برصغیر میں مسلمانوں کے جداگانہ ملی اور دینی وجود کے تحفظ کے لئے لگایا تھا۔

تحریر :- ابن رفیع

شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ

سندھ کا مردِ قلندر

شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان مسلمان صوفی شعرا میں ہوتا ہے جن کی شاعرانہ عظمت کے سر پر شہرت عام بقائے دوام کا تاج رکھدیا ہے ان عظیم ہستیوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ مخلوق خدا کی جو خدمت کی ہے اس کی بنا پر ان کے نام نہ صرف قیامت تک روشن رہیں گے بلکہ ہر دور کے انسان انہیں عزت و احترام سے یاد بھی کرتے رہیں گے۔ شاہ صاحب نے شعر کی زبان میں غریبوں اور مصیبت زدوں کے دکھوں کی کہانی ہی بیان نہیں کی بلکہ اس میں انسانوں کو ان کے دکھوں کا علاج بھی بتادیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا کو فانی سمجھے، خدا کی رضا میں راضی رہے۔ اسی سے لو لگائے اور اسی تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے حالات زندگی کے بارے مستند تفصیلات نہیں ملیتں لیکن شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ۱۶۸۹ کے لگ بھگ ہالہ میں پیدا ہوئے جو حیدرآباد سے کچھ فاصلے پر واقع ہے اور ۱۷۵۲ میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے والد کا نام شاہ حبیب تھا۔ آپ سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے زمانے کے جید علما میں شمار ہوتے تھے۔ شاہ لطیف اگرچہ باضابطہ عالم تو نہیں تھے لیکن معلومات وسیع اور مشاہدہ گہرا تھا۔ مثنوی مولانا روم اور اپنے دادا مرحوم کی کتاب "رسالو" بہت پسند تھی چنانچہ قرآنِ عظیم اور یہ دونوں کتابیں ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کو نمود و نمائش سے بچپن ہی سے نفرت تھی جوانی میں بھی سنجیدہ۔ کم گو۔ راست باز اور قناعت پسند تھے۔ لڑکوں کی طرح کھیل کود اور میلوں وغیرہ میں وقت ضائع نہ کرتے بلکہ علما و صوفیا اور اہل دین کی صحبت میں اپنا زیادہ وقت صرف کرتے یا پھر غریبوں اور مصیبت زدہ انسانوں کی خدمت میں وقت گذارتے۔ آپ کا خاندان سیدوں اور حکیموں کا خاندان تھا۔ بیمار کثرت سے دعا اور دوا کیلئے آتے تھے۔ شاہ صاحب کی جوانی کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ علاقے کے بہت بڑے رئیس مرزا افضل بیگ کی بیٹی سیدہ بیگم بیمار پڑ گئی۔ مرزا نے شاہ صاحب کو بلوا بھیجا۔ شاہ حبیب بہت مصروف تھے آپ نے اپنے جواں سال بیٹے سے کہا۔ جاؤ اور اس لڑکی کے لئے دعا کر آؤ۔ مسلمان رئیسی خاندانوں کی طرح مرزا کے محل میں بھی سخت پردہ تھا۔ حرم کی عورتیں اپنے جسم چادر میں چھپا لیتی تھیں۔ دعا کیلئے لڑکی نے اپنی انگلی چادر سے نکالی۔ لڑکی حسین و جمیل تھی اور شاہ لطیف کی عمر ۲۰ برس۔ آپ اس پر عاشق ہوگئے اور انگلی تھام کر یہ شعر پڑھا۔ "وہ لڑکی جس کی انگلی سید کے ہاتھ میں ہے اسے کسی طوفان کا ڈر نہیں۔" سندھی تہذیب میں کسی لڑکی کا ہاتھ پکڑنے کے معنی ہیں اسے شریک زندگی بنا لینا۔ اس لئے شاہ صاحب کا شعر پڑھنا قدرتی طور پر مرزا اور اس کے خاندان والوں کو ناگوار گذرا۔ ہر چند کہ مرزا اور اس کے خاندان والے شاہ حبیب اور ان کی اولاد کو عزت و تکریم دیتے تھے۔ مرزا نے انتقام لینے کی ٹھانی اور اس قدر تنگ کیا کہ سیدوں کے اس خاندان کو علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ بیس برس کی طوفانی عمر، ایک حسین لڑکی سے عشق اور یہ عشق اس طرح ٹھکرایا گیا کہ نوجوان لطیف کے دل پر بیت گئی، ان کی روح

بے چینی کی ایک کروٹ لیکر جاگ اٹھی۔ آپ نے فقیروں کی سنگت میں جہاں گردی شروع کر دی۔ سندھ میں بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی۔ بس بیلہ۔ ابراہیم حیدری، کاٹھیاواڑ، جوناگڑھ اور تہار کے ریگستانوں میں بھی کافی وقت گذار، کابل، قندھار اور ملتان گئے پھر مکران بلوچستان اور سندھ کے جنوب مغربی ساحلی علاقوں کی سیر کی، تین برس تک اسی طرح جہاں گردی کے بعد آپ کے جذبات کی تندی جاتی رہی اور عشق مجازی، عشق حقیقی میں تبدیل ہونے لگا۔ عشق و محبت کے عوامی گیت اب روحانیت کے پیکر میں ڈھلنے لگے۔ بس پھر کیا تھا۔ حالات زمانہ نے پلٹا کھایا اور شاہ لطیف کی شادی مرزا کی بیٹی سیدہ بیگم سے ہو گئی۔ مگر اب ان کا دل اور روح دونوں خلا کے ہو گئے تھے۔ دل میں حقیقی عشق بس چکا تھا۔ جستجو پر ساری کائنات کی حقیقت ظاہر ہو گئی تھی۔

اب آپکی ہمدردی اور محبت کسی ایک یا چند انسانوں تک محدود نہ رہی بلکہ اس دائرے میں دنیا بھر کے انسان آ گئے۔ ایک ایک کر کے تمام دنیادی رشتے ٹوٹ گئے اور راہ طریقت میں عرفان ذات کی منزل میں قدم رکھا۔ راتوں کو دور دراز مقامات پر چلے جاتے اور تن تنہا یاد الہٰی میں مشغول ہو جاتے عرفان نفس نے آپ کے شاعرانہ کمال کو روز ایک نئی بلندی عطا کرنی شروع کر دی۔ آپ ایسے پر تاثیر شعر کہنے لگے جو ہر طبقہ کے لوگوں کی زبان پر چڑھ گئے۔ آپ کی شاعری کا اصل موضوع تو یہ تھا کہ زندگی کے سفر میں انسانی روح کو کیا تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ عرفان ذات کی منزل تک پہنچنے کے لئے اسے کتنی جد و جہد کرنی پڑتی ہے اور عشق خداوندی میں روح کو کیسا اہتزاز محسوس ہوتا ہے مگر آپ نے لفظی طور پر عوام کی زندگی کے روزمرہ کے واقعات کو موضوع سخن بنایا اور روحانی موضوعات کو ان میں سمو کر تلقین کو عصری زندگی کی منظر کشی میں چھپایا۔ آپکا نظریہ شاعری یہ ہے کہ شاعری بجائے خود کوئی مقصد نہیں بلکہ مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ آپکے سامنے جو مقصد تھا وہ یہ ہے کہ انسانوں میں زندگی کا وقوف پیدا کیا جائے جو وہ اس دنیا میں گذار رہے ہیں اور اس زندگی کے صحیح مصرف سے باخبر کرنے کے بعد انہیں اپنے حقیقی آقا کو تلاش کرنے کے قابل بنایا جائے تاکہ وہ اپنے معبود حقیقی سے رشتہ قائم کر سکیں۔ آپکی یہ شاعری کا یہ نصب العین اسلامی تصوف اور قرآنی تعلیمات پر مبنی ہے۔ اس لحاظ سے آپکی شاعری کا ماخذ قرآن مجید ہے اور آپ نرے شاعر نہیں بلکہ اسلام کے مبلغ بھی ہیں۔

شاہ عبداللطیف اپنے خالق حقیقی اس کی مخلوق کی الفت اور محبت کے ذریعہ پہنچنا چاہتے تھے اس لئے ترک دنیا نہ کر کے خلق خدا کی خدمت کی آپ کا تصوف اور روحانیت، دنیا اور انسانوں سے بیزاری کا مسلک نہیں ہے بلکہ انسانی مساوات، باہمی اخوت، صلح جوئی اور حسن سلوک کا طریقہ ہے آپ کے نزدیک انسان کی زندگی کا حقیقی مقصد محبوب حقیقی تک پہنچنا اور ہستی کو اس میں ضم کر دینا ہے۔ یہ کام بڑا کٹھن ہے مگر قرآن مجید اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغ راہ بنایا جائے تو عشق حقیقی کی دشوار راہ بڑی آسانی سے طے ہو سکتی ہے۔

شاہ لطیف بڑی عظیم شخصیت کے اکابرین میں سے ہیں۔ سندھ کی سرزمین شاہ صاحب جیسا سپوت آجتک پیدا نہیں کر سکی۔ ان کی شاعری سندھ کی زندگی کا ایک ایسا جزو بن گئی ہے جسے اس کی تاریخ، روایات اور تہذیب سے کسی طرح الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان کی شاعری کا اصل موضوع روحانیت ہی ہے۔ اس لئے یہ شاعری کسی علاقے کی پابند نہیں بلکہ آفاقی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں آپکی عقیدت کا اسقدر زبردست سکہ بیٹھا ہوا ہے کہ آپ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ۲۶۵ سال سے زائد گذر چکے ہیں مگر اس عقیدت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا ہے۔ ہر سال ماہِ صفر میں آپکے مزار شریف واقع بھٹ شاہ میں عرس ہوتا ہے اور ایک میلہ بھی لگتا ہے جس میں دور دراز سے لاکھوں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔

-: حضرت علامہ ارشد القادری :-

بریلی کے اسٹیشن پر ایک سرحدی پٹھان گیس سے اُترا متصل ہی نورانی مسجد میں اس نے صبح کی نماز ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد جاتے ہوئے نمازیوں کو روک کر اس سے پوچھا۔

یہاں مولانا احمد رضاخاں نامی کوئی بزرگ رہتے ہیں ان کا پتہ معلوم ہو تو بتا دیجئے۔

ایک شخص نے جواب دیا جس کی شہرت کمال کا ڈنکا دور عرب و عجم میں بج رہا ہے کیا اپنے ہی شہر میں وہ گمنام رہے گا۔ یہاں سے دو تین فرلانگ کے فاصلہ پر سوداگران نام کا ایک محلہ ہے وہیں اسکے علم و فضل کی راجدھانی ہے۔

سرحدی پٹھان اب اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے سوال کیا کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟

جواب دیا سرحد کے قبائلی علاقہ سے میرا تعلق ہے وہیں پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں میرا آبائی مکان ہے۔

آپ مولانا احمد رضاخاں صاحب کی تلاش میں کیوں آئے ہیں؟ اس سوال پر اس کے جذبات کے ہیجان کا عالم قابلِ دید تھا درد ابھی آبدیدہ ہوگیا۔ کسی گھائل شخص کے زخموں کی ٹیس اسکی آواز کے بھیجے میں ٹپک رہی تھی یہ سوال نہ چھیڑیئے تو بہتر ہے کہہ کر خاموش ہو گیا۔

اس پر اسرار خاموشی سے پوچھنے والوں کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔ جب لوگ بہت زیادہ مصر ہو گئے تو اس نے بتایا۔

میں نے گذشتہ شب جمعہ کو نیم بیداری کی حالت میں ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی لذت میں کبھی، نہیں بھولوں گا۔ اے خوش نصیب! اولیاء مقربین اور ائمہ سادات کی وہ نورانی محفل، جہاں بریلی کے احمد

رضا نامی ایک بزرگ کے سر پر امامت کی دستار
پیٹی گئی اور انھیں قطب الارشاد کے منصب پر سرفراز کیا
گیا۔ میری نگاہوں میں اب تک جھلک رہی ہے۔ اُس
دن سے میں اس مردِ مومن کی زیارت کے لئے پاگل ہو
گیا ہوں۔ اسکے قدموں کی ارجمندی پر اپنی عقیدتوں کا خراج
لٹانے کے لئے میں بے چین ہوں۔

میں اسکی مقدس زندگی کی صرف ان اداؤں کو دیکھنا
چاہتا ہوں جن کی بدولت حضور غوث الوریٰ کی بارگاہ
سے لے کر سرکار رسالت کے حریم اقدس تک ہر جگہ
اُسے تقرّبِ خاص کا اعزاز حاصل ہے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا سنت
خداوندی کے مطابق قطب الارشاد کی مسند اسی کو عطا کی
جاتی ہے جو اعتقاد و عمل کی سلامتی، دین کی صحیح فکر و فن
اور اہلِ اسلام کی خیر خواہی میں روئے زمین پر منفرد
شخصیّت کا مالک ہوتا ہے۔

اس منصب عظیم پر فائز ہونے والے کھلی
آنکھوں سے سرکار رسالت کی روحانیت کبریٰ کا نظارہ
کرتے ہیں منصب الارشاد کے قرب سے ہی سوختہ دل
کے لطائف جاگ اُٹھتے ہیں۔ اور آنکھوں کے میخانے
سے عشق رسالت صلے اللہ علیہ وسلم کی سرمستیوں کی شراب
طہور رہ رہ کر ٹپکتی رہتی ہے۔

سرحدی پٹھان نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا
آپ حضرات قابلِ رشک ہیں کہ اپنے وقت کے قطب
الارشاد کے چشمۂ فیضان کے کنارے شب و روز کی
زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اتنا کہہ کر وہ بے تابیٔ شوق میں اٹھا اور تیز تیز قدم
بڑھاتے ہوئے محلہ سوداگران کی طرف چل پڑا۔
معطّر ہے ابھی کوچے کی صورت اپنا صحرا بھی
کہاں کھوئے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

ترجمان اہلسنت
کا
آئندہ شمارہ
عید میلاد النبی
نمبر
ہوگا۔
گذارش ہے کہ اپنی نگارشات
جلد از جلد ارسال فرمائیں تاکہ
شامل اشاعت کی جاسکیں۔

مفتی محمد خلیل خاں برکاتی

۱۵ ابنِ عدی کامل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میرے رب کے پاس میرے دس نام ہیں محمد و احمد و ماحی و حاشر و عاقب یعنی خاتم الانبیاء، و رسول الرحمۃ و رسول التوبہ و رسول الملاحم یعنی جہادوں کا رسول، ذکر کر کے فرمایا وَاَنَا الْمُقَفِّی قَفَّیْتُ النَّبِیِّیْنَ عَامَّۃً وَاَنَا قُثَمٌ میں مقفی ہوں کہ تمام رسولوں کے بعد آیا اور جامع و کامل ہوں صلے اللہ علیہ وسلم۔

(فائدہ) اللہ تبارک و تعالےٰ نے جمیع مخلوق کو فرداً فرداً جو کمالات عطا فرمائے حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں وہ سب جمع کر دیئے گئے اور ان کے علاوہ حضور کو وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں بلکہ اوروں کو جو کچھ ملا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں بلکہ حضور کے دستِ اقدس سے ملا بلکہ کمال اسلئے کمال ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور حضور اپنے رب کے کرم سے اپنے نفس ذات میں کامل و اکمل ہیں۔ یہی ترجمہ ہے نام پاک قثم کا صلے اللہ علیہ وسلم۔

۱۶ حاکم طبرانی بیہقی اور ابونعیم و ابنِ عساکر ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے راوی حضور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ قَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ

مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ اَجِدْ بَنِیْ اَبٍ
اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ جبریل نے
مجھ سے عرض کی میں نے مشرق مغرب
ساری زمین الٹ پلٹ کر دیکھی کوئی شخص
محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا اور
نہ کوئی خاندان خاندان بنی ہاشم سے بہتر
نظر آیا۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں صحت کے
انوار اس متن کے گوشوں پر جھلک رہے
ہیں۔

۱۷ ابونعیم کتاب المعرفۃ میں اور ابن عساکر
عبداللہ بن غنم سے راوی۔ ہم سے حضور
سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مجھ سے ایک فرشتہ نے سلام کے بعد
عرض کی لَمْ اَزَلْ اَسْتَاْذِنُ رَبِّیْ لِقَائَکَ
حَتّٰی کَانَ هٰذَا اَوَانُ اِذْنٍ لِیْ اِنِّیْ
اُبَشِّرُکَ اَنَّهٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَکْرَمَ
عَلَی اللّٰهِ مِنْکَ ؛
میں اپنے رب سے قدمبوسی حضور کی
اجازت مانگتا تھا یہاں تک کہ اب اس
نے اذن دیا کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کو مژدہ دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کو حضور سے
زیادہ کوئی عزیز نہیں

(فائدہ) فرشتے اللہ تعالےٰ کے معصوم بندے
ہیں ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں
زیارت نبوی کا شوق انہیں بھی ہے۔
چہرۂ انور دیکھنے کی تمنا ان کے دلوں میں
بھی ہے کرم الٰہی سے لو لگائے رہتے
ہیں کہ دیکھئے کب اجازت زیارت
ملے اور ہم حاضر بارگاہ ہوں مزار انوار
پر ہر وقت ستر ہزار فرشتے حاضر رہ
کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں
ستر ہزار صبح آتے ہیں اور عصر تک
رہتے ہیں۔ عصر کے وقت یہ بدل جاتے
ہیں اور دوسرے ستر ہزار آتے ہیں۔
وہ صبح تک رہتے ہیں اسی طرح قیامت
تک بدلتے رہیں گے اور جو ایک بار
آتے دوبارہ نہ آئیں گے کہ منظور ان
سب فرشتوں کو یہاں کی حاضری سے
مشرف فرمانا ہے اگر یہ تبدیلی نہ ہو تو،
کروڑوں فرشتے محروم رہ جائیں؎

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اسقدر کی ہے

۱۸ طبرانی معجم میں اور بیہقی دلائل میں اور
امام علامہ قاضی عیاض بسند خود شفا
شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی
اللہ عنہما سے راوی۔ حضور سید المرسلین
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ
نے مخلوق کی دو قسمیں کیں تو مجھے بہتر قسم
میں رکھا اور یہ وہ بات ہے جو خدا نے فرمائی
اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ وَ
وَاَنَا خَیْرُ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ تو میں

داہنے ہاتھ والوں سے ہوں اور میں سب
داہنے ہاتھ والوں سے بہتر ہوں۔
پھر اُن دو قسموں کے تین حصّے کئے تو
مجھے بہتر حصّے میں رکھا اور یہ خدا کا وہ
ارشاد ہے اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ وَاَصْحٰبُ
الْمَشْئَمَۃِ وَالسّٰبِقُوْنَ داہنے ہاتھ
والے اور بائیں ہاتھ والے اور سابقین
فَاَنَا مِنَ السّٰبِقِیْنَ وَاَنَا خَیْرُ السّٰبِقِیْنَ
تو میں سابقین میں ہوں اور سب سابقین
سے بہتر ہوں۔
پھر اُن تہوں کے قبیلے بنائے تو مجھے
بہتر قبیلے میں رکھا اور یہ خدا کا وہ فرمان ہے کہ
وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ ہم نے تمھیں
کیا شاخیں اور قبیلے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ
اَتْقٰکُمْ بے شک تم سب میں زیادہ
عزت والا خدا کے یہاں وہ ہے جو تم سب میں
زیادہ پرہیز گار ہے۔
فَاَنَا اَتْقٰی وُلْدِ اٰدَمَ وَاَکْرَمُھُمْ عَلَی
اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ تو میں سب آدمیوں سے
زیادہ پرہیز گار ہوں اور سب سے زیادہ
اللہ کے یہاں عزت والا اور پھر فخر مراد نہیں۔
پھر ان قبیلوں کے خاندان کئے تو مجھے بہتر
خاندان میں رکھا اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ
کا وہ کلام ہے کہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ
لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ
الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ط
خدا یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کرے
اے نبی کے گھر والو اور تمھیں خوب پاک کرکے
ستھرا کرکے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَبَدًا اَبَدًا

۱۹ ترمذی حضرت عبّاس بن عبد المطلب،
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور
سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں " اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے
بہترین مخلوقات میں رکھا پھر ان کے دو
گروہ کئے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا پھر ان
کے قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا
پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر
خاندان میں رکھا۔
فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُھُمْ
بَیْتًا۔
پس میں تمام مخلوقِ الٰہی سے خود بھی بہتر
اور میرا خاندان بھی سب خاندانوں سے
افضل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
(فائدہ) ہر نبی اپنے نسب وجسم وقول وفعل
وحرکات وسکنات میں ہر ایسی بات سے
منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اُسے
عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی
عقل سے بدرجہا زائد ہوتی ہے۔ کسی حکیم
اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصّے
تک نہیں پہنچ سکتی، پھر ہمارے نبی تو
تمام مخلوقاتِ الٰہی سے کہ تمام انبیاء سے
افضل ہیں۔

تحریر، حافظ محمد تقی

جناب مخدوم کا اسم گرامی علی ہے آپ کا خاندان ہجویری میں رہتا تھا والد ماجد حضرت عثمان جلابی بھی اپنے دور کے بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ حسنی سید ہیں آپ کا نسب نامہ نو واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ آپ مسلک کے لحاظ سے حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے طریق حنفیہ پر تھے اور تصوّف میں آپ کا طریقہ جنیدیہ تھا۔

لاہور تشریف آوری سے متعلق یہ روایت ہے کہ

آپ کے پیر و مرشد حضرت ابو الفضل غزنوی رحمۃ اللہ نے ایک بار فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی کتنی بار ہندوستان پر حملہ آور ہو چکا ہے لیکن فتح یابی کے بعد واپس چلا آتا رہا ہے۔ علی جاؤ۔ اس بار لاہور پر اسلامی جھنڈا لہراؤ۔ بس

آپ شیخ کے اس حکم پر لاہور تشریف لائے آپ جیسے ہی لاہور شہر میں داخل ہوتے تو آپ کو ایک جنازہ ملا جو حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ قطب لاہور کا تھا آپ نے تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ میں شرکت کی پھر شہر کے مغربی حصّہ میں ایک بہت بڑے مندر کے قریب اسلامی جھنڈا نصب کر دیا اور فرمایا کہ یہ جھنڈا انشاء اللہ قائم اور دیارِ لاہور پر سایہ فگن رہے گا۔ اربابِ تصوف کا اعتقاد ہے کہ ایک ملک کا جس طرح حاکم ظاہری ہوا کرتا ہے ویسا ہی ایک حاکم باطن بھی ہوا کرتا ہے جسے قطب کہتے ہیں حضرت کے لئے شیخ کا یہ حکم کہ لاہور جاؤ اور وہاں اسلامی جھنڈا لہراؤ خالی از مصلحت نہ تھا۔ قطب لاہور کی خالی کی ہوئی نشست کو پر کرنا اور اسلام کی حقانیت کے ڈنکے بجانا

آپ کے سپرد ہو چکا تھا۔ یوں تو مختلف روایات میں آپ
کی بے شمار کرامات ملتی ہیں۔ یہاں ان کا تذکرہ مقصود نہیں
لیکن حضرت کی اس کرامت سے آپ کے اعلیٰ مدارج
کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت مخدوم سید
علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جائے سکونت کے قریب
ہی ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی۔ بعض علماء کو آپکی تعمیر کردہ
مسجد کے سمت کعبہ پر اعتراض تھا آپ نے ایک روز تمام
علماء کو دعوت پر مدعو کیا اور خود امام بن کر نماز پڑھائی پھر
علماء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپکو
اس مسجد کے سمت کعبہ پر اعتراض ہے ذرا نظر اٹھا کر دیکھئے
______ سامنے کعبہ نظر آ رہا ہے چنانچہ سب نے
بچشم خود کعبہ کو سامنے پایا اور حضرت کے کمالات کے قائل
ہو گئے۔ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری
رحمۃ اللہ علیہ کو دربار رسالت صلے اللہ علیہ وسلم سے ما
ہندوستان کی ولایت عطا ہوئی تو حکم ہوا پہلے سید علی ہجویری
کے مزار پر جا کر اعتکاف کرو اور فیض روحانی حاصل کرو
اور اکتساب فیض کے بعد راجستھان اور راجپوتانہ کے
صحرا میں دین حقہ کی تبلیغ و اشاعت کرو۔ چنانچہ حضرت
معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور تشریف لا کر آپ کے
مزار مبارک پر ۴۰ دن کا اعتکاف کیا اور چلہ کاٹنے کے
بعد بے ساختہ منہ سے یہی نکلا ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ مخدوم سید علی ہجویری رحمۃ اللہ
علیہ کو "گنج بخش" کا خطاب اسی شعر سے شروع ہوا ہے
حالانکہ آپ نے اپنی تصنیف "کشف الاسرار" میں لکھا
ہے۔ اے علی! تجھے خلقت گنج بخش کہتی ہے اور تو ایک
دانہ بھی اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس بات کا خیال ہرگز دل
میں نہ لا (کہ تجھے مخلوق گنج بخش کہتی ہے) ورنہ محض
دعوے اور مغرور ہو گا۔ گنج بخش یعنی خزانہ بخشنے پر قادر تو
وہی ذات سبحانہٗ و تعالےٰ ہے۔ اس کے ساتھ شرک
نہ کرنا۔ ورنہ تیری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ بے شک وہ
واحد خدا ہے جسکا کوئی شریک نہیں۔ اس سے ایک
طرف تو اللہ کے اس محبوب بندے کی انکساری ظاہر
ہوتی ہے تو دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس
وقت کے عوام بھی آپ کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے
۴۶۵ھ ماہ صفر کی ۱۹ تاریخ کو آپ کا وصال ہوا اور لاہور
میں بھاٹی گیٹ کے قریب آپ کے جسد مبارک کو پیوند
خاک کیا گیا۔ آپ نے یوں تو کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں
لیکن "کشف المحجوب" کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ تعارف
محتاج نہیں۔ آپ کی اس عظیم علمی تصنیف کو پڑھ کر،
اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف
داتا گنج بخش معلومات دین اور خیالات تصوف میں کسقدر بلند
پایہ ہیں۔

یہاں ہم "کشف المحجوب" کے پہلے باب میں دیئے گئے
اس پیراگراف کو نقل کر رہے ہیں جس میں علم سے متعلق
بحث کی گئی ہے۔

علم

علماء کی صفت میں ارشاد الٰہی ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ
مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (ترجمہ) بلا شبہ اللہ تعالےٰ
سے اسکے بندوں میں سے عالم لوگ ہی ڈرتے ہیں۔ اور
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ
عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ۔ (ترجمہ) علم کی تلاش کرنا ہر مسلمان

مرد وعورت پر فرض ہے۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ۔ (ترجمہ)
علم کو تلاش کرو اگرچہ وہ چین ہی میں ملے۔ اور یہ جان لو کہ
علوم بہت ہیں اور انسان کی عمر تھوڑی ہے اسلئے تمام علوم
وفنون کا سیکھنا انسان پر فرض نہیں مثلاً علم نجوم، حساب
طب اور علم بدیع کی تمام صنائع بدائع وغیرہ کا پڑھنا کوئی
ضروری نہیں۔ البتہ نجوم کا سیکھنا اسقدر ضروری ہے کہ جس
سے رات میں اوقاتِ نماز معلوم ہو سکے اسی طرح بیماری
سے بچنے کے لئے علم طب۔ وراثت کے مسائل سمجھنے کے
لئے علم میراث اور حیض وعدت وغیرہ سمجھنے کے لئے
علم فقہ غرضیکہ علم کا سیکھنا اس قدر فرض ہے جس سے علم
درست ہو۔ کیونکہ اللہ تعالے نے ان لوگوں کی مذمت کی
ہے جو غیر مفید علم سیکھتے ہیں۔ ارشاد ہے وَيَتَعَلَّمُوْنَ
مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو علم وہ سیکھتے
جو انہیں نقصان دیتا ہے اور کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے علم سے خدا کی
پناہ مانگی ہے۔ فرمایا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ (ترجمہ)
اے اللہ میں اس علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہیں دیتا

پس تھوڑے علم کی مدد سے بہت سا عمل کرنا چاہیئے
اور ضروری ہے کہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔ کیونکہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا
فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنَةِ (ترجمہ) عابد علم دین
کے جانے بغیر خراس کے گدھے جیسا ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بے علم عابدوں کو خراس کے گدھے
سے مشابہ فرمایا ہے کہ وہ کتنا ہی گھومے اپنے پہلے ہی قدم
پر رہتا ہے اور آگے راستہ طے نہیں کر سکتا۔ اور میں
نے عوام الناس کا ایک گروہ دیکھا ہے جو علم کو عمل پر فضیلت
دیتے ہیں اور دوسرا گروہ عمل کو علم پر لیکن یہ دونوں امر
باطل ہیں اسلئے کہ علم کے بغیر عمل، عمل نہیں سمجھا جاتا بلکہ
عمل اسی وقت ہوتا ہے جب علم اُسکے ساتھ شامل ہوتا کہ
انسان اس کی وجہ سے ثواب کا مستحق ہو سکے جیسا کہ نماز کہ
جب تک انسان کو پہلے ارکان طہارت، پاک پانی کی پہچان
قبلہ کی شناخت، نیت کی کیفیت اور نماز کے ارکان کا علم
نہ ہو وہ نماز ہی نہیں ہوتی۔ پس جب عمل درحقیقت علم
ہی سے حاصل ہو سکتا ہے تو کس طرح جاہل عمل کو علم سے
جدا کر سکتا ہے۔ اور جو لوگ علم کو عمل پر فضیلت دیتے ہیں تو
یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ عمل کے بغیر علم، علم نہیں کہلاتا
جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (ترجمہ) اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے
اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔ گویا کہ وہ اُسے جانتے
ہی نہیں۔ اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے بے عمل عالم کا
نام عالموں سے نکال دیا ہے اسلئے کہ علم کا سیکھنا اور اُسے
یاد کرنا یہ سب امور عمل میں ہی شامل ہیں اسی وجہ سے انسان
کو اس پر ثواب ملتا ہے۔ اور اگر عالم کا علم اسکے قول وفعل
سے کوئی تعلق نہ رکھے تو اُسے اس میں کچھ بھی ثواب نہیں
ملتا اور اس بات میں دو گروہ ہیں۔ اول وہ لوگ جو لوگوں کو
علم کی بدولت بلند مرتبہ سمجھتے ہیں اور ان کے اعمال کا کوئی
لحاظ نہیں کرتے اور علم کی تہ تک نہ پہنچ کر عمل کو اس سے
جدا کرتے ہیں۔ یہ لوگ نہ علم رکھتے ہیں۔ نہ عمل ہی کرتے
ہیں یہاں تک کہ جاہل اور بے وقوف بھی سمجھنے لگتا ہے
کہ قول وعلم، نہیں عمل کی ضرورت ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے
کہ علم کی ضرورت ہے عمل نہیں چاہیئے۔ بقیہ صفحہ ۱۰۶ پر

قسط ۱۳ ـــــ احمد میاں برکاتی

اسلام اور عصری ایجادات

عمامہ چھوڑ کر ننگے سر یا ترکی ٹوپی کا رواج

ابن لال نے کہا حدثنا محمد بن عبدالواحد عن عمران بن حصین قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عمامے مومن کا دقار اور عرب کی عزت ہیں جب عرب عمامہ باندھنا ترک کر دیں گے تو ان کی عزت ختم ہو جائے گی" دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عمامے عرب کا تاج ہیں، جب وہ ان کو چھوڑ دیں گے اپنی عزت کھو دیں گے۔ یہ پیشنگوئی نیز حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے۔ کیونکہ عمامہ عربوں کے لباس میں شامل تھا اور یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ عرب اسکو چھوڑ دیں گے لیکن جب بہت سے بلاد، عربی اور بلادِ اسلامیہ میں ترکی کی حکومت ہوئی تو ترکی ٹوپی کا رواج پڑ گیا اور لوگوں نے عمامہ باندھنا ترک کر دیا، اور اسی وقت عرب نے اپنی عزت کھوئی۔ اور ان پہ نو آبادیاتی نظام مسلط ہو گیا۔ جب نو آبادیاتی نظام نے اپنے پیر جمائے اور عرب نے ان کے اخلاق کو اپنا لیا اور ہر چیز میں ان کی تقلید کی اور کفار نے اپنے سروں کو ننگا کر لیا حتی کہ ہیٹ بھی اتار پھینکے تو عرب نے اس میں بھی ان کی تقلید کی اور انہوں نے بھی اپنے سروں کو ننگا کر لیا۔ اور عمامہ و ترکی ٹوپی بھی اتار پھینکی تو اب گویا عرب فطرتِ اسلامیہ سے جدا ہو گئے۔ یہی حال دوسروں کا ہوا۔ کیونکہ انہوں نے ان تمام باتوں سے میں ایک ناپسندانہ اندھی تقلید کی جب کہ اپنی عزت پہلے ہی کھو چکے تھے۔ اس بارے میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جسے دیلمی نے ابن رکانہ سے روایت کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری امت اس وقت تک فطرت پر رہے گی جب تک کہ وہ ٹوپی پر عمامہ باندھے گی"، اس حدیث سے اگر ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ٹوپی پر عمامہ باندھنا چھوڑ دے گی؛ وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کی طرف کہ آج لوگ عمامہ اتار کر، ننگے سر ہو کر اور انگریز کی تقلید کرتے ہوئے چل پڑے ہیں یعنی دینِ فطرت سے جدائی اور دین کے اخلاق سے پرہیز۔

ایک اور عجیب چیز یہ ہے کہ یورپ میں ایسے نوجوانوں پہ مشتمل ایسا گروہ موجود ہے جس نے اس ترکی ٹوپی میں اختراع کرتے ہوئے مختلف رنگوں کے ٹکڑے لگائے ہیں جیسے کہ کمبل وغیرہ میں ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا قومی لباس ہے۔ ایسے لوگوں کا تذکرہ بھی احادیث میں خصوصیت سے ملتا ہے چنانچہ ترمذی نے نوادر الاصول میں انس بن مالک رضی اللہ

عنہ ۔ کی روایت سے لکھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آخر زمانہ میں قرا، کیڑوں کی طرح پائے جائیں گے (مراد کثرت ہے) تو جو شخص اس زمانہ کو پائے وہ پناہ مانگے اور یہ لوگ بہت بدبودار ہونگے۔ پھر رنگین ٹوپیاں رواج پائیں گی تو اس وقت زنا سے کوئی شرم نہ کی جائے گی اور اس وقت دین پر قائم رہنا ایسا ہوگا جیسے مٹھی میں انگارہ پکڑنا ——— اور جو اس وقت میں دین پر قائم رہے گا اسکو پچاس کا اجر ملے گا۔" صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ ہم میں سے ہوں گے یا ان میں سے؟ فرمایا تم میں سے" ———

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جن (تلانس البرد) رنگین ٹوپیوں کا ذکر فرمایا ہے وہ یہی ترکی ٹوپیاں ہیں جو اس سے قبل ایسی معروف نہ تھیں اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آج بدکاری اسقدر عام ہے کہ کوئی شرم باقی نہیں رہی۔ ان ترکی ٹوپیوں کے رواج کے تقریباً پانچ سال بعد ہی جب دوسری عالمگیر جنگ ہوئی تو اس وقت اسپین اور یورپ کی افواج شہر طنجہ میں داخل ہوئیں اور پھر ان کے سبب اس علاقہ میں اس قدر بدکاریاں پھیلیں کہ اس سے قبل کسی اسلامی شہر میں ایسا نہ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ اسپینی اور مغربی فوج کے افراد اس حالت میں پائے گئے کہ کہیں تو وہ مضافات کے علاقوں میں درختوں کے نیچے اور کہیں باغات کی دیواروں کے سہارے دن میں عورتوں کے ساتھ اس فحش عمل میں مصروف نظر آئے اور بہت سے لوگوں نے اس چیز کا مشاہدہ کیا۔ تقریباً تین سال تک طنجہ میں یہی عالم رہا بالآخر اسپینی (ان پر اللہ کی لعنت) وہاں سے دفع ہوئے تو حالات کچھ درست ہوئے اگرچہ بہت سے لوگ وہیں رک گئے تھے ———

قارئین غور فرمائیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک "فلا یستحیی یومئذ من الزنا" ——— "اس وقت زنا سے شرم نہ کی جائے گی" اس چیز پر بالکل صادق آرہا ہے جو طنجہ میں پیدا ہوئی یعنی "طوائف خانے" اور تمام وہ فحاشی کے اڈے اور ثقافت کے نام پر بدکاریوں کے کلب (CLUB) جو دنیا کے ہر گوشہ میں قائم ہیں کیونکہ ان کے اندر داخل ہوکر بدکاری کرنے والا بالکل نہیں شرماتا ——— حکومت اور حکام کی مدد سے ان فحاشی کے اڈوں کو ایجاد کرنا ہی "زنا کا اعلان عام کرنا ہے۔ مزید یہ کہ حکومتیں ان معاملات میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ اور ان کو خصوصی مراعات دی جاتی ہیں تاکہ ان فاحشہ عورتوں کی صحت و تندرستی برقرار رہ سکے۔ ان عورتوں کو باقاعدہ یہ احکامات ملے ہوتے ہیں کہ وہ ہر ہفتہ ڈاکٹر سے معائنہ کرائیں تاکہ ان کے گمان کے مطابق امراض پھیلنے نہ پائیں (ان سب پر خدا کی لعنت) تو مذکورہ حدیث اس چیز پر صاف طریقہ سے دلالت کر رہی ہے کہ "نوآبادیاتی نظام کے حامی عناصر" بلاد اسلامیہ میں بھی فحاشی کے اڈے قائم کریں گے اور اس کی تائید حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول مبارک سے ہوتی ہے "قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہل کی کثرت ہوگی۔ زنا کی زیادتی ہوگی اور شراب نوشی بکثرت ہوگی (بخاری ومسلم)

آپ کا اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ اس دور میں لوگ اس بدعملی سے بالکل نہیں شرماتے اور حکومت کے اشاروں پر طوائف خانوں میں خوب بدکاریاں ہورہی ہیں۔ اللہ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

(باقی آئندہ)

(د) روئے زمین کے جملہ مسلمانوں کے درمیان اخوت
اسلامی کے جذبے کو فروغ دینا۔
(ک) دنیائے اسلام کے مقامات مقدسہ اور روحانی مراکز و
آثار کا تحفظ کرنا۔
(و) تزکیۂ قلب و روح کے لئے مسلمانوں میں اسلامی
تصوف کی تعلیمات کو پھیلانا۔

اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں ہے تو ایک مردِ مومن کی
زندگی کا نصب العین بھی بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ
بقولِ علامہ اقبال "دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے" اور
"قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے"۔

اس نصب العین کو اگر آپ امتِ مسلمہ کی بہبود و
ارجمندی کا ذریعہ سمجھتے ہیں تو اُسے بروئے کار لانے کے
لئے آپ اس قافلے میں شرکت کی دعوت قبول فرمایئے جو
جادہ پیمائی کے لئے تیار کھڑا ہے ـــــ۔

ہمیں امید ہے کہ آپ ایک غمگسار ساتھی، ایک مخلص دوست
اور ایک پرسوز رفیقِ سفر کی طرح ہماری صدائے کرب کا،
خیر مقدم کریں گے ـــــ۔

آپ کا مخلص :- سید معروف حسین نوشاہی قادری کنوینر

الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ

آپ کا مخلص ارشد القادری معتمد

THE - WORLD ISLAMIC MISS...

68/69 SOUTH FIELD SQUARE

BRADFORD - 8

TEL - B 32958
32342
29087
34267

ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے،
ایک پتھر راستے میں پڑا دیکھا اس پر لکھا تھا کہ مجھے اُلٹ
کر پڑھ۔ پس میں نے اس کو پلٹا اُس پر لکھا تھا۔ اَنْتَ لَا
تَعْمَلُ بِمَا تَعْلَمُ فَكَيْفَ تَطْلُبُ الْعِلْمَ مَالَا تَعْلَمُ
(ترجمہ، تو جانی ہوئی چیز پر عمل نہیں کرتا پس تو کیسے اس چیز
کو ڈھونڈتا ہے جسے تو نہیں جانتا۔ یعنی جسکو تو جانتا ہے،
اس پر عمل کرتا کہ اسکی برکت سے نامعلوم کو معلوم کرے اور
حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں۔

هِمَّةُ الْعُلَمَاءِ الدِّرَايَةُ وَهِمَّةُ السُّفَهَاءِ
الرِّوَايَةُ (ترجمہ) علماء کا کام علمی باتوں میں غور و خوض
کرنا ہے اور جُہلا کا کام اُن باتوں کو نقل کرنا ہے۔ اسلئے
کہ جہالت کے لوازم عالموں میں نہیں ہوتے اور یہ لوگ علم
سے مرتبہ اور دنیا کی عزت طلب کرتے ہیں وہ عالم نہیں
ہوتے۔ کیونکہ مرتبہ اور دنیا کی عزت جہالت کے لوازم
میں سے ہیں اور کوئی درجہ علم کے درجہ سے زیادہ نہیں
وجہ یہ ہے کہ اگر علم نہ ہو تو انسان کسی بھی لطیفۂ رحمانی کو
پہچان نہیں سکتا اور جب علم موجود ہو تو وہ سب مقامات
اور مشاہدات اور مراتب کے مقابل ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

سنی کانفرنس بریڈفورڈ (انگلستان)

عظیم

دینی تحریک کا

تنظیمی اجتماع

غالباً اس واقعہ سے آپ بے خبر نہ ہوں گے کہ گذشتہ سال حج کے موقعہ پر بیت اللہ شریف کے سایہ میں مختلف ملکوں کے مذہبی سربراہوں کا ایک اجتماع ہوا تھا جس میں الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ (دی ورلڈ اسلامک مشن) کے نام سے اہل سنت کے ایک عالمگیر تبلیغی نظام کی بنیاد رکھی گئی اور متعدد سہولتوں کے پیش نظر اس عالمگیر تحریک کا مرکز انگلستان نامزد کیا گیا۔

اتنی تفصیل کے بعد اب یہ خبر آپ کے لئے باعث مسرت ہوگی کہ اس عظیم دینی تحریک کی پہلی تنظیمی کانفرنس مورخہ ۲۱ اپریل ۷۴ء بروز اتوار بریڈفورڈ کے سینٹ جارجیز ہال میں منعقد ہو رہی ہے۔ جسکی صدارت دنیائے اسلام کے عظیم قائد اور اہل سنت کے محبوب رہنما حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی نے منظور فرمالی ہے۔ موصوف نے اس تحریک کو اپنی دیرینہ تمناؤں کی صبح امید قرار دی ہے۔

عالمی سطح پر اہل اسلام کی روحانی فیروزمندی اور دین مصطفےٰ کے فروغ کے لئے ہماری یہ جدوجہد اب اس مرحلے میں داخل ہوگئی ہے جہاں سے واپسی ناممکن ہے۔ اب عشق جنوں خیز کی رہنمائی میں ہمارے عزم ویقین کا قافلہ ایک ایسے سفر کا آغاز کر رہا ہے جس کی آخری منزل اسلام اور اہل اسلام کی حرمت وسربلندی ہے۔

ایک عظیم مقصد کی طرف ہماری یہ پیش قدمی قربانی چاہتی ہے ایک ایسی قربانی جو سرتاسر جذبۂ اخلاص کی پیداوار ہوتی ہے۔ جہاں خون دے کر بھی خدا کے اس احسان کا شکر گذار ہونا پڑتا ہے کہ اس نے اپنی خوشنودی کیطرف بڑھنے کے لئے دل وذہن کو جذبۂ شوق کی بے تابی مرحمت فرمائی۔

قبل اس کے ہم آپ کو اس جنوں خیز قافلے میں شرکت کی دعوت دیں آپ نہایت سنجیدگی کے ساتھ ذیل میں، ہماری منزل کے نشانات کا مطالعہ فرمائیے اور پھر اپنے دل سے پوچھئے کہ اس کے سوا بھی اسکی کوئی اور منزل ہے۔

(نصب العین)

(الف) مسلمانوں میں دینی زندگی کی لگن اور عشق رسول کا جذبہ پیدا کرنا۔

(ب) فکر واعتقاد کے الحاد سے اُمت مسلمہ کو محفوظ رکھنا۔

(ج) غیر مسلموں کو اسلام سے متعارف کرانا اور انہیں کلمۂ اسلام کی دعوت دینا۔

تذکرہ نسائی علیہ الرحمۃ

تحریر:۔ محمد اللہ یار اشرفی قادری

یہ ایک حقیقت ہے کہ زندگی کی سطح پر عزم وعمل، ثبات واستقلال کی موجیں تسلسل کے ساتھ ابھرتی ہیں اور انہیں سے حیاتِ انسانی کی وسعتوں اور گہرائیوں کا اندازہ ہوتا ہے پھر جب عزم وعمل کا یہ تموج ختم ہوجاتا ہے تو زندگی کی شورشیں موت کی آغوش میں آسودہ نظر آتی ہیں اور حیاتِ انسانی کا، ارتقائی رشتہ منقطع ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے الغرض ـــ نصب العین کی بلندی، عزم وعمل کی ہم آہنگی اور گفتار وکردار کا ارتباط ہی انسان کو ابدی عظمت ودائمی بزرگی اور حقیقی کامرانی عطا کرتا ہے گویا یہ ایک فطری ضرورت ہے کہ انسانی زندگی کو تسلسل کے ساتھ عزم وعمل اور گفتار وکردار کی صالح قوتوں سے مربوط رکھا جاتے تاکہ مقصدِ زندگی کسی وقت بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پاتے۔ اور عزم وعمل کی حدت وحرارت میں کبھی فرق نہ آتے۔ یہ فطری ضرورت ہے اور فطری ضرورت کی تکمیل اسطرح ہوتی ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالےٰ انسانی معاشرہ کی فلاح وبہبود، ترقی وخوشحالی کامرانی وکامیابی کے لئے ایسے صالح افراد عطا کرتا ہے جو نہ صرف یہ کہ خود پیکرِ عزم وعمل ہوتے ہیں بلکہ ان کی ذات سے دوسروں کو بھی جہد مسلسل کا پیغام ملتا ہے اور وہ نہایت صبر واستقلال کے ساتھ اصلاحِ امت اور احیائے سنت وشریعت کا اہم ترین فریضہ انجام دیتے ہیں اُن کی صالح زندگی سے قلوب کو ایمان وایقان کی روشنی ملتی ہے اور ان کے مجاہدانہ کارناموں سے معاشرے کی رگ وپے میں جوشِ عمل کے شرارے رقص کرتے ہیں۔ حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ایسے ہی یگانہ روزگار مصلحینِ امت میں ہوتا ہے جن کے ایمان افروز واقعات و کارناموں سے قرونِ اولیٰ (صحابہ کرام) کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جن کی مثالی زندگی سے لاکھوں طالبانِ راہِ معرفت نے روشنی وہدایت حاصل کی وہ امام نسائی جو خراسان کے ایک مشہور شہر نسا میں پیدا ہوئے جنکا اسمِ گرامی احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار ہے جن کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے پیدائش میں اختلاف ہے لیکن ان کے اپنے قول اور حافظ ابنِ حجر کے فرمان کے مطابق ۲۱۵ھ بنتی ہے۔ آپ ۲۳۵ھ میں قتیبہ بن سعید کے پاس علم حدیث حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں آپ کے اساتذہ میں سے حضرت قتیبہ ابنِ سعید حضرت محمد ابنِ بشار ابو داؤد اور ابنِ ریحان ابن اشعث کے نام سرِ فہرست ہیں اور آپ سے روایت کرنے والے ابوالقاسم طبرانی، ابوجعفر طحاوی اور حافظ ابوبکر احمد بن اسحاق السنی مشاہیر محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں مذہب شافعی اور سنت کی پابندی

آپ کا خصوصی امتیاز تھا۔ آپ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ قاضی و حافظ تھے آپ نے لتنے لوگوں سے سنا جنکا شمار نہیں کیا جا سکتا آپ کا شمار مسلمانوں کے جلیل القدر اماموں میں ہوتا ہے آپ ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے تھے۔ اسکے باوجود چار بیویاں اور متعدد لونڈیاں پاس تھیں گوشت آپ کی پسندیدہ غذا تھی آپ کے لئے بڑے موٹے موٹے مرغ خریدے جاتے تھے چہرے پر ملاحت اور خون کی سرخی ان کے بدن پر نمایاں تھی اسی وجہ سے، ایک طالب علم نے ان پر نبیذ پینے کا الزام لگایا جب اُن سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا نبیذ حرام ہے آپ کے زمانہ میں خراسان، عراق، مصر، حجاز، شام، جزائر وغیرہ میں عرفان و اتقان اور حدیث کے فن میں کوئی مقابل نہیں بعض لوگ ان کو اس لئے برا کہتے ہیں کہ انہوں نے ـــــ کتاب الخصائص میں فضائل حضرت علی لکھے دیگر صحابہ کی سیرت سے اجتناب کیا جب ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ دمشق میں لوگ حضرت علی سے منحرف تھے اس لئے ان کی ہدایت کے لئے یہ کتاب تحریر کی ان کے تقوٰی و پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ حارث سے کسی وجہ سے رنجش ہوگیا تھا اعلانیہ طور پر انکی مجلس میں نہیں جا سکتے تھے مکان کے کونے میں چھپ کر حدیث سنتے تھے تاکہ حارث ابن مسکین دیکھ نہ سکیں صرف ان کی آواز سنتے تھے اسی وجہ سے اب روایت کرتے وقت حدثنا یا اخبرنا کا لفظ نہیں بولتے سنن کبرٰی کی تصنیف سے جب فارغ ہوئے تو رملہ کے امیر نے پوچھا کیا یہ سب احادیث صحیح ہیں تو آپ نے جواب دیا نہیں تو پھر امیر کہتا ہے کہ صحیح احادیث جمع کر دو تو ان کے کہنے پر صحیح مختصر میں جسکو مجتبٰے بھی کہتے ہیں جمع کیں یہ ٹھیک ہے کہ بخاری

و مسلم کے درجہ پر نسائی فائز نہیں لیکن انکے باوجود حافظ ذہبی اور مولانا کشمیری کے قول کے مطابق صحاح میں ان کو تیسرا مقام حاصل ہے۔ کتاب کی عظمت و جلالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے گیارہ سو سال سے کتب صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے متعلم پڑھتے وقت ان کے حسن کلام پر ششدر و حیران رہ جاتا ہے سب سے پہلے عربی حاشیہ پاک و ہند کے نامور عالم و محدث مولانا وصی احمد محدث سورتی نے لکھا آپ کتاب الخصائص تصنیف کرنے کے بعد چاہتے ہیں کہ اسکو دمشق کی، جامع مسجد میں سنا دیں چنانچہ خود امام نسائی اس کتاب کو لے کر کوفہ کی جامع مسجد میں جاتے ہیں۔ بیان شروع کرتے ہیں تھوڑا سا بیان کیا ہی تھا کہ ایک شخص کھڑا ہو کر بولتا ہے کہ تم نے امیر معاویہ کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے اس وقت آپ پر شیعہ ہونے کا الزام لگا کر خوارج لاتوں سے مارنا شروع کرتے ہیں زدو کوب کیا جاتا ہے ضرب میں بغلیں اور پسلیوں پر لگتی ہیں بے ہوش ہو کر گرتے ہیں نیم جان حالت میں خادمین مسجد سے اُٹھا کر گھر لاتے ہیں، آپ کہتے ہیں کہ مجھے مکۃ المکرمہ لے چلو یا راستے میں مرجاؤں گا یا مکہ میں ہی مروں چنانچہ آپ کو مکہ روانہ کیا جاتا ہے۔ ۱۳ ار صفر المظفر ۳۰۳ھ یا ۱۳ ار شعبان کو رملہ جو ملک فلسطین میں ہے وصال ہو جاتا ہے وہاں سے آپ کا جنازہ مکہ پہنچایا جاتا ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔

مولانا سیّد سعادت علی قادری سے

ایک گفتگو

صبح کے تقریباً ۴ بج رہے تھے ۱۵ فروری کی صبح طلوع ہونے کو تھی۔ عوام کا ایک جم غفیر جھنڈے استقبالیہ بینرز اور پھولوں کے ہار لئے ہوائی اڈے کی عمارت میں موجود تھا۔ چار بجکر ۲۵ منٹ پر عوام اہلسنت کے محبوب رہنما مولانا سید سعادت علی قادری کسٹم کے جھمیلوں سے نمٹ کر کوریڈور کے جانب آئے۔ سب سے پہلے جمعیت علماء پاکستان کے قائدین پروفیسر شاہ فرید الحق۔ مولانا محمد حسن حقانی۔ جناب ظہور الحسن بھوپالی۔ جناب زاہد علی اور مرکزی جماعت اہلسنت کے ناظم اعلیٰ مولانا جمیل احمد نعیمی مفتی سید شجاعت علی قادری نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ ہوائی اڈے کی عمارت استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھی۔ مسلم سربراہ کانفرنس کے سلسلے میں کئے گئے سخت حفاظتی انتظامات درہم برہم ہوگئے کیونکہ عوام کا ایک جم غفیر تھا جو تھمے نہ تھمتا تھا۔ لوگوں کے والہانہ جوش و خروش نے مولانا کو چند جملے کہنے پر مجبور کر دیا اور یوں ایئرپورٹ پر ایک مختصر سا جلسہ ہوگیا۔

مولانا سید سعادت علی قادری خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ عوام اہلسنت کو منظم کرنے میں انکی خدمات جلیلہ کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ پاکستان کے پہلے عام انتخابات کے موقع پر سواد اعظم کی نمائندہ سیاسی تنظیم کی حیثیت سے جمعیت علمائے پاکستان کو عوام الناس میں روشناس کرانے کی کوششوں میں مولانا نے جو مجاہدانہ کردار ادا کیا وہ کسی تبصرے کا محتاج نہیں۔ مولانا نے اپنے تین سالہ تبلیغی دورے میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے یہ سننے کے لئے لوگ بے چین تھے۔ یہی سوال میرے ذہن میں تھا۔ میں نے سوچا کہ پہلے اپنے ذہن کی پیاس بجھائیں تاکہ کچھ سننے کی لوگوں کی خلش دور ہو سکے۔ یہ سوچ کر میں نے مولانا سے انٹرویو لینے کی ٹھانی اور ذہن میں کچھ منتشر سے سوالات ترتیب دیتا ہوا مولانا کی قیام گاہ پر پہنچا۔ کچھ دیر خیر و عافیت کی باتیں کیں اور گفتگو کا سلسلہ کچھ یوں شروع ہوا۔

اس گفتگو کی تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

سعادتِ مسعود

گذشتہ دنوں جماعت اہلسنت کے ممتاز رہنما مولانا سعادت علی صاحب قادری سرینام، جنوبی امریکہ، ہالینڈ، بلجیم اور کینیڈا کے ۴ سالہ تبلیغی دورے اور زیارتِ حرمین شریفین کے بعد کراچی پہونچے۔ اس موقع پر محبین و مخلصین اہلسنت نے اپنے محبوب رہنما کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوتے وطنِ عزیز میں آمد پر خوش آمدید کہا
سپاسنامہ کی نقل قارئین ترجمان کے لئے پیشِ خدمت ہے (ادارہ)

زہے یہ وقت سعادت، مبلغ اہلسنت — یہی ہے منزلِ رفعت، مبلغ اہلسنت

خوش آمدید تمھیں کہہ رہی ہے ہر لمحہ، — یہ بادِ صبحِ مسرّت، مبلّغ اہلسنت

خوشا نصیب کہ بیت الشرف سے لائے ہیں — سکونِ قلب کی دولت، مبلغ اہلسنت

سنایا جائے زمانہ کو پھر پیامِ رسول ﷺ — یہی ہے سب کی ضرورت، مبلغ اہلسنت

ہماری پشت پناہی کے واسطے لوگو! — ہے پاسبانِ شریعت، مبلغ اہلسنت

پھر ایک بار مسلمان کو جگایا جائے — بنامِ مذہب و ملّت، مبلغ اہلسنت

ہر ایک قلب سے **احمد** یہ آرہی ہے صدا

خوش آمدید سعادت، مبلغ اہلسنت

★

۶ر جولائی :۔ مفتی ظفر علی نعمانی سندھ سے سینٹ کے ممبر منتخب ہوگئے (نوائے وقت لاہور ۷/۷۳ ۷)

۷ار جولائی :۔ ملک میں انتشار اور ابتری حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ گوجرہ ضلع لائل پور میں، مولانا عبدالستار خاں نیازی اور سید محمود شاہ گجراتی کا خطاب۔ (نوائے وقت لاہور ۷۳-۷-۱۸)

۲۲ر جولائی :۔ ملک بھر کے عوام بلوچستانیوں کے ساتھ ہیں، نورانی کی کراچی کے جمعیت کے کارکنوں سے بات چیت۔ (نوائے وقت لاہور ۷/۷۳ ۲۳)

۳۰ر جولائی :۔ لاہور میں متحدہ محاذ کے اجلاس میں جمعیت کے مولانا نیازی، شاہ فریدالحق اور سید محمود شاہ گجراتی نے خطاب کیا۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷/۷۳ ۳۱)

۳۱ر جولائی :۔ حمود الرحمٰن رپورٹ شائع کی جائے، نظام مصطفٰے کو رائج کیا جائے، بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کیا جائے۔ حیدر آباد کے کارکنوں سے شاہ فریدالحق اور ظہور الحسن بھوپالی کا خطاب۔

(نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۱)

اریکم اگست :۔ مولانا نورانی کو متحدہ محاذ کی پارلیمانی پارٹی کا سیکرٹری چن لیا گیا۔ (نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۲)

۳راگست :۔ کراچی میں پولیس تشدد کے خلاف مولانا نورانی کی اپیل پر یوم احتجاج منایا گیا۔

(نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۴)

۵ راگست :۔ متحدہ جمہوری محاذ نے وزارت عظمٰی کے لئے مولانا نورانی کا نام تجویز کر دیا۔ (نوائے وقت لاہور ۸/۷۳ ۶)

۱۹ راگست :۔ جمعیت لاہور کے وفد نے شرقپور کے نواح میں سیلاب زدگان میں اشیاء تقسیم کیں۔

(نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۲۰)

۲۰ راگست :۔ مولانا نورانی اور مولانا نیازی نے شرقپور اور لاہور کے نواحی سیلاب زدہ علاقے کا دورہ کیا۔ (نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۲۱)

۲۲راگست :۔ متحدہ محاذ کی طرف سے شاہ فریدالحق کو

سندھ امدادی سیلاب کمیٹی کا کنوینیر نامزد کر دیا گیا۔
مولانا نیازی نے سیلاب زدہ علاقوں میں ہزاروں روپیہ کی اشیاء تقسیم کیں۔ (نوائے وقت لاہور ۸/۷۳ ۲۴)

۲۵ اگست:۔ اپوزیشن کی طرف سے سول نافرمانی کی تحریک کی ابتداء۔ لاہور سے جمعیت کے مولانا سلیم اللہ خاں اور صاحبزادہ فیض القادری، ملتان سے جمعیت کے ضلعی صدر سید دبیر علی شاہ نے گرفتاریاں پیش کیں۔ (نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۲۶)

۲۶ اگست:۔ ملتان میں جمعیت کے اسیر رہنما کو برف پر لٹا کر تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔
(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۲۷)

۲۷ اگست:۔ لاہور میں تحریک سول نافرمانی کے تحت مولانا غلام نبی جانباز نے گرفتاری پیش کی۔ ملتان میں جمعیت کے نور عالم قریشی نے گرفتاری پیش کی۔ (نوائے وقت لاہور و مغربی پاکستان لاہور ۸/۷۳ ۲۸)

۲۸ اگست:۔ لاہور میں جمعیت کے طارق محمود (طالب علم جماعت نہم) نے گرفتاری پیش کی۔
(نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۲۹)

۲۹ اگست:۔ لاہور میں جمعیت کے محمد ذوالفقار نے، گرفتاری پیش کی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸/۷۳ ۳۰)

۳۰ اگست:۔ لاہور میں مفتی طیب الدین بٹ نے گرفتاری پیش کی۔ قاری عبدالمجید کو ویسے ہی گرفتار کر لیا گیا۔
(نوائے وقت لاہور ۷۳-۸-۳۱)

۳۱ اگست:۔ جمعیت کے کارکنوں نے شاہدرہ کے نواح میں متاثرین سیلاب میں اشیاء تقسیم کیں۔ مولانا نورانی نے حیدرآباد کے سیلاب زدہ علاقے کا دورہ کیا۔ ان میں سامان تقسیم کیا۔
(روزنامہ جنگ کراچی ۷۳-۹-۱)

یکم ستمبر:۔ لاہور میں جمعیت کے رکن مہر محمد آصف نے گرفتاری پیش کی۔ (نوائے وقت لاہور ۹/۷۳ ۲)

۲ ستمبر:۔ مولانا نورانی، شاہ فرید الحق اور حاجی زاہد علی ایم پی اے نے سکھر میں پیر پگاڑو سے بات چیت کی۔ (نوائے وقت لاہور ۹/۷۳ ۳)

۳ ستمبر:۔ جمعیت علماء پاکستان سندھ نے پنجاب کے متاثرین سیلاب میں پچاس ہزار روپیہ تقسیم کیا۔ جبکہ ستر ہزار روپیہ سے زائد لائل پور جمعیت خرچ کر چکی ہے۔
(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷۳-۹-۴)

۴ ستمبر:۔ حیدرآباد سندھ میں مولانا محمد علی رضوی ایم این اے اور میرزا احمد آرائیں ایم پی اے اور محمد عثمان کینیڈی ایم پی اے نے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے چندہ کی مہم شروع کی۔ مولانا نورانی اور ظہور الحسن بھوپالی پر خیرپور ریلوے اسٹیشن پر فائرنگ۔
(نوائے وقت لاہور ۷۳-۹-۵)

۵ ستمبر:۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء پاکستان نے بنیادی حقوق بحال کر کے ہنگامی حالات ختم کرنے کا مطالبہ کیا اور انکشاف کیا کہ جیل میں محاذ کے لیڈروں پر تشدد کیا جا رہا ہے۔
(نوائے وقت لاہور ۷۳-۹-۶)

۷ ستمبر:۔ جمعیت کی ذیلی شاخ ______ لائل پور نے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے مہم شروع کی۔
لاہور میں جمعیت کے قاری کریم الدین نے سول

نافرمانی کے تحت گرفتاری پیش کی۔
(نوائے وقت لاہور ۸-۹-۷۳)

۸ ستمبر: - لاہور میں مولانا احمد علی قصوری اور میاں محمد اشرف کی گرفتاری۔ کراچی میں جمعیت کے کارکن فیض المبین کی گرفتاری۔ بہاول نگر میں جمعیت کے شیخ محمد صدیق نے محاذ کے ساتھ جلوس نکالا۔
(روزنامہ نوائے وقت، جمہور لاہور ۹/۹/۷۳، ۱۰/۹/۷۳)

۹ ستمبر: - کراچی جمعیت کا وفد سیلاب زدگان کی امداد کے لئے پچاس ہزار روپیہ لے کر لاہور پہنچا۔ اور متاثرہ علاقے کا دورہ کیا۔ (وفاق لاہور ۱۰/۹/۷۳)

۱۶ ستمبر: - گرفتاریوں کے آخری دن اسیر کارکنوں پر پتھراؤ۔ جمعیت کے قاری عبدالحمید اور ان کے بیٹے زخمی۔ (نوائے وقت لاہور ۱۷/۹/۷۳)

۱۷ ستمبر: - متحدہ محاذ کی مجلس کا مولانا عبدالستار خاں نیازی کی صدارت میں فیصلہ ہوا کہ تحریک کے دوران کارکنوں پر تشدد کے بارے قرطاس ابیض شائع کیا جائے۔ (نوائے وقت لاہور ۱۸/۹/۷۳)

۱۸ ستمبر: - لائل پور جمعیت نے جھنگ کے سیلاب زدگان میں ہزاروں روپیہ کا سامان تقسیم کیا۔ روزانہ بیس ہزار افراد کے کھانے کا بندوبست کیا۔
(نوائے وقت لاہور ۱۹-۹-۷۳)

۲۰ ستمبر: - محاذ کے چودہ لیڈروں کے ساتھ مولانا احمد علی قصوری کو رہا کر دیا گیا۔ (نوائے وقت لاہور ۲۱/۹/۷۳)

۲۳ ستمبر: - سیلاب کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے، سندھ اسمبلی کا اہم اجلاس بلایا جائے، شاہ فرید الحق کا مطالبہ (نوائے وقت لاہور ۲۴/۹/۷۳)

۲۶ ستمبر: - مولانا نورانی نے انکشاف کیا کہ جمعیت نے اب تک چھ لاکھ دس ہزار روپیہ نقد، کپڑوں کے دس ہزار بنڈل، ۲۴۰۰ نئے کمبل و دیگر سامان سیلاب زدگان میں تقسیم کیا ہے۔ (نوائے وقت لاہور ۲۷/۹/۷۳)

۲۹ ستمبر: - جمعیت کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالستار خاں نیازی نے مطالبہ کیا کہ محاذ کے کارکنوں پر تشدد کرنے والے پولیس افسروں کے خلاف کاروائی کی جائے۔
(نوائے وقت لاہور ۳۰/۹/۷۳)

یکم اکتوبر: - مسٹر جسٹس اسلم ریاض خاں حسین نے حکم دیا کہ مولانا سلیم اللہ اور صاحبزادہ فیض القادری کے علاوہ دوسرے لیڈروں کو بھی روزہ رکھنے کی پوری سہولت دی جائے۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے میانوالی میں کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے حکومت کو انتباہ کیا کہ "متحدہ محاذ حکومت کے غیر آئینی اقدامات کے خلاف خاموشی نہیں اختیار کر سکتا۔ (نوائے وقت لاہور ۲/۱۰/۷۳)

۲ اکتوبر: - جمعیت کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات ظہور الحسن بھوپالی ایم پی اے نے سندھ حکومت کے وزرا کو، مشورہ دیا کہ وہ وزیر اعلیٰ کو خوش کرنے کی بجائے عوام کی خدمت کریں۔ مولانا نورانی، شاہ فرید الحق، علامہ ازہری کا ماکین صوبائی اسمبلی حاجی زاہد علی، مفتی محمد حسین منیر احمد آرائیں اور ظہور الحسن بھوپالی نے جسارت کی بحالی اور ایڈیٹر پبلشرز کی رہائی کا مطالبہ کیا۔
(نوائے وقت لاہور ۳/۱۰/۷۳)

۳ اکتوبر: - "جمہوریت اور مساوات محمدی کا نعرہ لگانے والوں نے جمہوریت کو ذبح کر دیا ہے، تشدد سیاسی مسائل کا حل نہیں ہوا کرتا" کھاریاں ضلع گجرات میں انتخابی جلسہ سے مرکزی نائب صدر صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی کی تقریر۔ (نوائے وقت لاہور ۴/۱۰/۷۳)

۵ اکتوبر:۔ لاڑموسٰے میں انتخابی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کہا کہ "مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی ذمہ داری پیپلز پارٹی پر ہی ہے"۔ متحدہ محاذ ملتان کے چھ رہنماؤں جن میں جمعیت کے ضلعی صدر سید دبیر علی شاہ ایڈووکیٹ بھی شامل ہیں، ملتان پولیس کے خلاف ایک کروڑ بیس لاکھ روپے ہرجانہ کا دعوٰے کر دیا۔ (نوائے وقت لاہور ۶ ۱۰/۷۳)

۶ اکتوبر:۔ جمعیت علماء پاکستان کی ضلع لاہور کے صدر مولانا محمد رمضان گلشن پر مرزائیوں نے حملہ کیا۔

(روزنامہ جمہور لاہور ۷ ۱۰/۷۳)

۷ اکتوبر:۔ جمعیت کے ممتاز رہنماؤں مولانا نورانی، علامہ ازہری ممبران مرکزی اسمبلی سینیٹر مفتی ظفر علی نعمانی شاہ فرید الحق قائد حزب اختلاف سندھ اسمبلی حاجی زاہد علی، ظہور الحسن بھو پالی ارکان سندھ اسمبلی و مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اسرائیلی جارحیت کی سخت مذمت کی اور عربوں کو بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔

(روزنامہ جمہور لاہور ۸ ۱۰/۷۳)

۱۴ اکتوبر:۔ "عظمت رفتہ کی بازیابی صرف اسلام پر عمل پیرا ہونے پر ہے۔ مسلمان باہمی اختلافات ختم کر کے، متحد ہو جائیں"۔ انجمن طلباء اسلام کی طرف سے منعقدہ جلسہ یوم بدر پر مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کا خطاب۔ (جمہور لاہور ۱۵ ۱۰/۷۳)

۱۶ اکتوبر:۔ شاہ فرید الحق نے حکومت کی اس زیادتی پر احتجاج کیا۔ کہ پیر صاحب پگاڑو کے چند مریدوں کو ڈاکو قرار دے کر گولی مارنے کا حکم دیا گیا۔ حالانکہ ان دو کمانڈروں نے پاک بھارت جنگ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

(روزنامہ جمہور لاہور ۱۷ ۱۰/۷۳)

۱۷ اکتوبر:۔ مولانا نورانی نے اعلان کیا کہ ہم عربوں کی حمایت کے لئے رضا کار بھرتی کر رہے ہیں۔ (نوائے وقت لاہور ۱۸ ۱۰/۷۳)

۱۸ اکتوبر:۔ کلمۂ حق بلند کرنے میں علماء کو کسی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ دارالعلوم حامدیہ رضویہ کراچی میں نورانی میاں، علامہ ازہری اور شاہ فرید الحق کا خطاب۔

(روزنامہ جمہور لاہور ۱۹ ۱۰/۷۳)

۱۹ اکتوبر:۔ حکومت رضا کاروں کو محاذ جنگ پر جانے کی اجازت دے۔ یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ مولانا محمد ذاکر ایم این اے۔

(روزنامہ جمہور لاہور ۲۰ ۱۰/۷۳)

۲۱ اکتوبر:۔ یہودی فتنہ کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کیلئے عرب عوام کی بھرپور امداد کا اعلان کیا جائے۔ ملک محمد اکبر ساقی سیکرٹری اطلاعات پنجاب جمعیت کا مطالبہ۔

(روزنامہ وفاق لاہور ۲۲ ۱۰/۷۳)

۲۲ اکتوبر:۔ مشرق وسطیٰ کے بحران کا حل اسرائیلی ناسور کا خاتمہ ہے"۔ نورانی میاں اور شاہ فرید الحق کا بیان

(وفاق لاہور ۲۳ ۱۰/۷۳)

۹ نومبر:۔ اسلامی نظام اور جمہوریت کی بحالی کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دی جائے گی۔ ملک محمد اکبر ساقی کا ٹوبہ ٹیک سنگھ میں خطاب (جمہور لاہور ۱۰ ۱۱/۷۳)

۱۱ نومبر:۔ مولانا نیازی نے انجمن طلباء اسلام پنجاب کے سالانہ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"تحریک پاکستان کے مخالف عناصر علاقائیت اور عصبیت کے نام پر انتشار پھیلا رہے ہیں، ملک میں اسلامی نظام رائج کیا جائے، نوجوان نسل کو نظریہ پاکستان سے روشناس کرایا جائے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ ۱۱/۷۳)

۲۱ر نومبر: ہادئ برحق کے اسوۂ حسنہ پر عملدرآمد سے ہی ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ملک محمد اکبر ساقی کا لاہور میں جلسۂ عام سے خطاب۔
(نوائے وقت لاہور ۱۱/۲۳ ۱۲)

۳۰ر نومبر: جمعیۃ علماء پاکستان پنجاب کے صدر مفتی اعجاز ولی خاں انتقال کر گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون
(نوائے وقت لاہور ۱۱/۳۰ ۳۱)

۲ر دسمبر: لاہور میں رانا نذر الرحمٰن کے انتخابی جلسہ میں سمن آباد میں خطاب کرتے ہوئے مولانا نورانی نے فرمایا کہ ہم ملکی استحکام و سالمیت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار رہیں۔ (نوائے وقت لاہور ۱۲/۴ ۲)

۴ر دسمبر: سینیٹر مفتی ظفر علی نعمانی نے سینیٹ میں عبد الصمد اچکزئی کے لئے ڈپٹی سپیکر طاہر محمد خاں کی درخواست پر دعائے مغفرت کی۔ (نوائے وقت لاہور ۱۲/۴ ۵)

۶ر دسمبر: مری مذاکرات کے فیصلوں پر عمل درآمد ہوئے بغیر بات چیت نہیں ہوگی۔ اپوزیشن نے مذاکرات کی دعوت مسترد کر دی ہے۔ نورانی کا اعلان۔
(نوائے وقت لاہور ۷۳ – ۱۲ – ۷)

۸ر دسمبر: رانا نذر الرحمٰن کی انتخابی مہم میں خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ فیض القادری نے فرمایا۔ جبر و استبداد کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے متحدہ محاذ کے امیدوار کو ووٹ دیا جائے۔ (نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۹)

۱۱ر دسمبر: اپوزیشن ارکان وزیر اعظم کے عشائیہ میں شریک نہیں ہوں گے۔ نورانی میاں کا بحیثیت اپوزیشن پارلیمانی سیکرٹری اعلان۔ (نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۱۲)

۱۲ر دسمبر: اپوزیشن پر مجوزہ اسلامی کانفرنس کو ناکام بنانے کا الزام غلط ہے، محاذ علیحدگی کی ہر تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گا۔ لاہور میں رانا نذر الرحمٰن کی انتخابی مہم میں نورانی میاں، مولانا نیازی اور صاحبزادہ فیض القادری کا خطاب (نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۱۳)

۱۴ر دسمبر: مولانا نیازی نے اپیل کی کہ خواجہ رفیق شہید کی پہلی برسی نہایت احترام سے منائی جائے۔
(نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۱۵)

۵ر دسمبر: مولانا نیازی نے مطالبہ کیا کہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں بھارتی مسلمانوں کو تحفظ دینے کے اقدام پر غور کیا جائے۔ (نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۱۶)

۱۷ر دسمبر: مولانا غلام علی اوکاڑوی کو متفقہ طور پر پنجاب جمعیۃ کا صدر چن لیا گیا (نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۱۸)

۱۹ر دسمبر: خارجہ پالیسی کی اساس قرآن و سنت پر رکھنی چاہیئے قومی اسمبلی و سینیٹ کے مشترکہ اجلاس میں نورانی میاں کی تقریر۔ (نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۲۰)

۲۱ر دسمبر: موجودہ دستور قائد اعظم اور شاعر مشرق کے افکار کو اجاگر نہیں کرتا، ملک میں فوری طور پر شراب پر پابندی عائد کی جائے۔ وائی ایم سی اے ہال لاہور میں مجلس مذاکرہ سے مجاہد ملت مولانا نیازی کا خطاب۔ (نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۲۲)

۲۲ر دسمبر: فوجی تربیت سے روکنا اسلامی روح کے منافی ہے۔ سینیٹ میں مفتی ظفر علی نعمانی کی تقریر۔
(نوائے وقت لاہور ۱۲/۳ ۲۳)

۲۸ر دسمبر: قائد اعظم کی تقاریر کو تعلیمی نصاب میں شامل کیا جائے۔ قائد اعظم اور شاعر مشرق کے نظریات و افکار کو عام کیا جائے۔ جامع ہال لاہور میں مجلس قائد اعظم سے مولانا عبد الستار خاں نیازی کا خطاب

از:- نور احمد قادری

"سلطنت کے دور افتادہ علاقوں میں بھی اگر ایک بادشاہ اپنی رعایا کے جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتا تو اسے حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے" ایک کمزور و ناتواں عورت نے یہ کہا کہ محمود کے ذہن میں ہلچل ڈال دی اور سارے دربار میں انتشار آمیز سناٹا چھا گیا۔

اس نے کہا — "محمود! مجھے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے، تمہارے عامل میری حفاظت نہیں کر سکے حکومت بدنام ہو رہی ہے، انصاف رسوا ہو رہا ہے ظلم فروغ پا رہا ہے اور امن و اخلاق ذلیل و خوار ہو رہا ہے"

"تم اپنے نقصان سے کئی گناہ زیادہ روپیہ لے سکتی ہو مجھ سے!" محمود نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا — لیکن وہ بادشاہ کا یہ جواب سن کر مسکرائی اس کی ہنسی میں طنز کی تلخیاں تھیں حکومت کی نا اہلیت کا اعلان تھا محمود اس کی ہنسی کی تاب نہ لا سکا اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

اس نے کہا میں انصاف کے لئے آئی ہوں اس لئے نہیں آئی ہوں کہ بادشاہ میرے مالی نقصان کو نقد سے بدل دے آج میں لٹی ہوں کل کوئی اور لٹے گا اور تم کس کس کو معاوضہ دے سکو گے" "تمہارا خزانہ خالی ہو جائے گا"، ایک لمحہ کے لئے وہ خاموش ہو گئی اور پھر پُر عزم لہجہ میں بولی مجھے انصاف دو نقصان کا معاوضہ نہیں میں اپنے بادشاہ کی خیر خواہ ہوں اور اس لئے بھی انصاف مانگتی ہوں کہ جس حکومت میں انصاف نہیں ملتا وہ شاخ ناپائدار کا آشیانہ ہوتی ہے اور ہوا کا ایک ہی جھونکا اس کے تنکے تنکے کو منتشر کر دیتا ہے"

محمود کے ماتھے پر غصہ سے شکن پڑی لیکن بوڑھی عورت نے بادشاہ کے مزاج کی کبیدگی محسوس کرتے ہوئے کہا میرے شہنشاہ کا اقبال ہمیشہ بلند رہے میں اس کے حق میں روز و شب [illegible] کرتی ہوں لیکن میری آنکھوں نے سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے کے نہ جانے کتنے کھیل دیکھے ہیں ان آنکھوں میں اب بینائی تو نہیں ہے کہ میں اس دنیا کو اور زیادہ دیکھوں لیکن اتنی عمر میں مجھے جو تجربہ ہوا ہے اس کا یہ خلاصہ ہے کہ انصاف کے بغیر کوئی حکومت چل نہیں سکتی۔"

محمود کو اس بات پر غصہ نہیں آ رہا تھا کہ بوڑھی عورت شاہانہ جاہ و جلال اور بادشاہ کی شان و شوکت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی شکایت پیش کر رہی تھی اور اس کی شکایت کے الفاظ سے حکومت کی نا اہلیت جھلک رہی تھی اسے اس بات پر غصہ تھا کہ اس نے حکومت کے جن عاملوں کی اہلیت پر اعتماد کیا تھا وہ قیام امن و امان اور تحفظ جان و مال کے بنیادی مقصد میں ناکام ثابت ہوئے تھے۔

اس نے آہستہ سے کہا میں تمہیں انصاف دوں گا

اتنے دن تم شاہی محل میں مہمان رہو کہ مجرم یہاں آ جائیں اور ہماری عدالت سے مناسب سزا پائیں۔"

ابھی بادشاہ کی آواز فضا میں گونج کر تحلیل نہ ہوئی تھی کہ ایک اور شخص آگے بڑھا اور اس نے بادشاہ کو ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا "جان کی اماں پاؤں تو کچھ عرض کروں۔"

"اجازت ہے" محمود نے اسے اپنی شکایت پیش کرنے کے لئے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ بادشاہ کے تخت کے قریب آیا اور اس نے محمود کے روبرو ایک تھیلا پیش کرتے ہوئے کہا "عالی جاہ میں نے اس تھیلے میں چالیس ہزار اشرفیاں رکھ کر قاضی شہر کے پاس امانتاً رکھوایا تھا میں نے اس پر اپنی مہر بھی ثبت کر دی تھی لیکن جب میں نے یہ تھیلا واپس لیا تو اس میں سے اشرفیوں کی جگہ کنکریاں برآمد ہوئیں میری مہر ثابت تھی کہیں سے شکستہ نہ تھی اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری اشرفیاں کہاں گئیں قاضی شہر سے کہتا ہوں کہ میرے تھیلے میں اشرفیاں تھیں کنکریاں نہیں تھیں وہ اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ جس حالت میں اپنا تھیلا تم نے میرے پاس محفوظ کرایا تھا اسی حالت میں تم اسے واپس لے گئے میں نہیں جانتا کہ اس میں کیا تھا اور کیا نہیں تھا

بادشاہ نے تھیلا اٹھایا اور غور کی نگاہ سے دیکھا لیکن تھیلا میں کوئی شگاف نہ تھا رفو کا کوئی نشان نہ تھا بادشاہ کے دل کو اگرچہ اس بات کا یقین تھا کہ مدعی سچ بول رہا ہے اور اس کی اشرفیاں چرا لی گئی ہیں لیکن قاضی شہر کے خلاف اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں اور بغیر ثبوت کے کسی مجرم قرار دیتے ہوئے سزا دینا انصاف سے بعید ہے۔

بادشاہ نے قاضی شہر سے صرف اتنا ہی پوچھا کہ یہ تھیلا تمہارے پاس امانتاً رکھوایا گیا تھا اس نے اقرار کرتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی بادشاہ نے اسے روک دیا۔

دربار ختم ہو گیا لیکن محمود کے ذہن میں آج کے دونوں مقدمات نے ایک خلش پیدا کر دی تھی وہ ذہنی اعتبار سے بیحد بے چین تھا اور بار بار خدا سے یہ دعا کر رہا تھا کہ وہ اسے انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی خلفشار میں رات ہو گئی اور بادشاہ آرام کرنے کے لئے خواب گاہ میں چلا گیا۔

اس کی خواب گاہ میں انتہائی قیمتی قالین بچھا ہوا تھا بادشاہ کو یہ قالین بیحد پسند تھا محمود کے ذہن میں اچانک کوئی خیال آیا اور اس نے قالین کے درمیانی حصہ میں اپنے خنجر سے کئی شگاف ڈال دیئے۔

رات کے دو بجے تھے اچانک محمود بے چین ہو کر اٹھا اور چور دروازہ سے محل کے باہر چلا گیا اس کے گلے میں ہیرے کا انتہائی قیمتی ہار پڑا ہوا تھا تھوڑی دیر تک وہ شہر کی سڑکوں پر گشت کرتا رہا اور پھر اس نے اپنے برق رفتار فرس کی لگام اس علاقہ کی طرف موڑ دی جہاں ڈاکوؤں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا اور بوڑھی عورت کو لوٹ لیا تھا۔

ابھی رات ختم نہ ہوئی تھی کہ محمود اس علاقہ میں پہونچ گیا اور اپنے فرس سے اتر کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے دم لینے لگا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی وہ تھک گیا تھا تھوڑی دیر کے لئے اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ خواب کی دنیا میں کھو گیا لیکن چند آدمیوں کے پاؤں کی آہٹ سن کر اس کی آنکھ کھل گئی اس نے دیکھا کہ پانچ مسلح ڈاکوؤں نے اسے گھیر لیا ہے اور ان میں سے ایک نے اس کے رہوار کو کھول کر اس کی لگام اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام لی ہے۔

"اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہ ہار ہمیں دیدو" ان میں سے ایک نے کہا۔ "مجھے اپنی زندگی عزیز ہے یہ ہار تم لینا چاہتے ہو تو لے لو میں تو ایک درویش ہوں مجھے چمکدار پتھروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

محمود نے انہیں باتوں میں لگا کر ایک ہاتھ سے ہار کا بند کھولنا شروع کیا اور دوسرا ہاتھ اپنی قبا کے اندر رکھ ڈالا جس کے نیچے جوہر دار تلوار چھپی ہوئی تھی۔

ہار کا بند کھلنے سے پہلے ہی نیام کا ڈورا کھلا اور اچانک ایک بجلی چمکی ان کی آنکھیں چوندھیا گئیں۔

انہوں نے بھی اپنی تلوار نکال لی لیکن محمود نے ان کی نفسیات پر بھرپور وار کیا اور پر رعب لہجہ میں کہا "تم اپنے بادشاہ سے نہیں لڑ سکو گے محمود کا وار نہیں روک سکو گے"

بادشاہ اور محمود... یہ دونوں الفاظ ان کے ذہنوں پر بجلی کی طرح گرے ان کے جسم میں رعشہ پڑ گیا ان کے ہاتھ تھرتھرانے لگے اور تلواریں ان کی مٹھی سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑیں۔

محمود آگے بڑھا اس نے ان کی تلواریں اٹھائیں اور ان کے سامنے اپنے بازوؤں کی قوت سے انہیں اس طرح موڑ دیا جیسے کمان مڑتی ہے اب وہ غیر مسلح تھے محمود نے انہیں گرفتار کر لیا۔

دوسرے دن جب خواب گاہ کے منصرم نے یہ دیکھا کہ انتہائی قیمتی قالین درمیان سے پھٹا ہوا ہے تو اس کے پاؤں کے تلے سے زمین سرک گئی بادشاہ کے عتاب سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی کہ قالین میں اتنا عمدہ رفو کرایا جائے کہ .....
... بادشاہ کی نظر یہ پہنچان ہی نہ سکے کہ قالین میں کس جگہ رفو ہوا ہے خوابگاہ کا منصرم ایک بوڑھے رفوگر کو جانتا تھا جس کی شہرت پورے افغانستان میں پھیلی ہوئی تھی وہ اس رفوگر کو محل میں لے کر آیا اور اس نے قالین میں رفو کرا کے اسے دوبارہ بچھا دیا دوسری رات کو جب بادشاہ اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ قالین میں یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس جگہ رفو کیا گیا ہے اب اس نے خواب گاہ کے منصرم کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ اس قالین میں کس رفوگر نے رفو کیا ہے منصرم پہلے تو خوف سے کانپا لیکن جب بادشاہ نے جان کی امان دیدی تو اس نے رفوگر کا پتہ بتا دیا بادشاہ نے رفوگر کو طلب کر کے پوچھا کیا قاضی شہر نے تم سے کسی تھیلہ میں رفو کرایا تھا اس نے اقرار کر لیا اور تھیلہ بھی پہنچان لیا۔

دوسرے دن بادشاہ نے دربار کیا دربار میں اس کے گرفتار کیے ہوئے ڈاکو بھی موجود تھے رفوگر بوڑھی عورت قاضی شہر اور اشرفیوں کا مالک بھی موجود تھا بادشاہ نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کہا " قاضی شہر کے خلاف خیانت کا الزام ثابت ہو چکا ہے، رفوگر گواہی دے چکا ہے اور ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ اس خائن کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے روند ڈالا جائے "

اب ڈاکوؤں کی باری آئی لیکن بوڑھی عورت نے آہستہ سے کہا " اصل مجرم یہ نہیں ہیں اصل مجرم تو ان کا ہے جو مجرموں کی پشت پناہی کرتے ہیں "
" ہمیں بتاؤ کہ وہ کون ہے جس نے مجرموں کی پشت پناہی کی ہے "
" حکومت کے وہ عامل جو خائن ثابت ہوں" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔
کیا انہوں نے کوئی جرم کیا ہے ؟
جہاں پناہ جرم تو ضرور کیا ہے لیکن انہی سے پوچھئے کہ ان کی لوٹ مار میں حکومت کے عاملوں نے اپنا کتنا حصہ مقرر کر رکھا ہے۔
ڈاکوؤں نے بادشاہ کو بتایا کہ جس علاقہ میں وہ لوٹ مار کرتے ہیں اس کے گورنر سے ان کی رسم و راہ ہے اور وہ اپنی لوٹ میں سے نصف حصہ اسے دیدیتے ہیں۔
محمود نے یہ بات سنی تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا کہ گورنر کو پھانسی دیدی جائے اور ڈاکو اگر شریفانہ زندگی سرکرنے کا تعلق دلائیں تو انہیں معاف کر دیا جائے۔

یہ حکم دے کر اس نے بوڑھی عورت کو اشارہ سے اپنے تخت کے قریب بلایا اور آہستہ سے کہا " تم نے میری سلطنت کو تباہی سے بچایا ہے تم نے وہ کام کیا ہے جو ایک شفیق ماں اپنے بیٹے کے لئے کرتی ہے آج سے تم میری ماں ہو میں تمہیں اپنی ماں سمجھوں گا۔
محمود کی زبان سے یہ فقرہ نکلا اور بوڑھی عورت نے فرط محبت سے محمود کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

میرے لال ! بادشاہ رعایا کا باپ ہوتا ہے اسے اپنے بچوں کی خبر گیری سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے اور اپنی حکومت کے عاملوں پر اندھا اعتماد نہ کرنا چاہیئے یہی میری نصیحت ہے اور جب تک تم اس نصیحت پر عمل کرو گے تمہاری سلطنت کے لئے کوئی خطرہ پیدا نہ ہو گا۔

اعلحضرت احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کو اس وقت پیش کیا جب لوگ اس کا ذکر کرتے ہوئے ڈرتے تھے

دعلّمك مالم تكن تعلم :- ہم اپنے معزز مہمان علمائے کرام کے بیانات سے مستفیض ہونے کی امید میں کسی تمہید کے بغیر ان حضرات کی تعمیل ارشاد کرتے ہوتے چند کلمات عرض کر رہے ہیں۔

یہ دستار بندی کا جلسہ ہے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد مأتہ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ ورحمۃ اللہ علیہ، کے لئے تو کہیں بھی نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہیں مدرسہ قائم کر کے سندِ فراغ دی ہو صحابہ کو اور دستار بندی کی ہو ــــــ تو ہم جب اسکو کرتے ہیں تو ہمارے لئے تو سند ہے اسکے جواز کے لئے لیکن وہ جن کے ذہن میں توحید نہیں محبتِ رسول علیہ السلام نہیں ــــــ جس برتن میں جو چیز ڈالیں گے وہی نکلے گی اگر پانی جریں گے تو

دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد کے، جلسہ میں علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی کی ایک فاضلانہ تقریر

کے عرس شریف کا امتزاج ہے ــــــ دستار بندی ہم بھی کرتے ہیں اپنے یہاں اور وہ بھی کرتے ہیں اور اُنکے جو دو ہیں وہ بھی کرتے ہیں ــــــ باقی اگر یہ بدعت ہے تو وہ بھی بدعت کرتے ہیں اور ــ ان کے وہ وہ بھی بدعت کرتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہماری خانقاہوں میں پیر اپنے مرید کو کلاہ دیتا ہے اپنے خلیفہ کو خرقہ عطا کرتا ہے۔ یہ کہتے ہیں بدعت ہے حالانکہ ہم اس سلسلہ میں حدیثیں بھی دکھلاتے ہیں ــــــ دستار بندی

پانی نکلے گا گلاب کا عرق ڈالیں گے تو گلاب نکلے گا شربت ڈالیں گے تو شربت نکلے گا۔ اور اگر بدعت دماغ میں بھری ہوگی تو بدعت ہی نکلے گی۔ تو ہمارے یہاں چونکہ توحید ہے محبّت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے تو اسلئے یہاں جو چیز بھی وہ یا تو سنت نکلتی ہے یا سنت کی روشنی میں وہ بھی ایک نفل اور استحباب کی چیز نکلتی ہے اس سے ہٹ کر تو دماغ میں ہمارے کچھ ہے ہی نہیں کوئی اور گنجائش ہو تو نکلے ــــــ تو ہم نے جب دیکھا کہ روایت یوں بھی ہے

کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خرقہ، جبہ مبارک جناب
اویس قرنی کو بھیجا تو ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے پیر اپنے خلیفہ
کو جبہ دے سکتا ہے ہم نے یہ بھی دیکھا کہ نسائی شریف جو
صحاح ستہ میں ہے ان کی ہی کتاب خصائص ہے اس
کے اندر روایت میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
جب معراج سے واپس تشریف لاتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے سیدنا علی مرتضیٰ کو خرقہ عطا فرمایا تو ہم نے کہا
ٹھیک ہے یہ بھی جائز، تو ہماری خانقاہوں نے اختیار کرلیا
ہم نے کہا کہ حجت دہ دلیل وہ، ہم نے دستار یہ اختیار کرلی
ہمارے یہاں اکابر سے اصاغر تک یہ چیز منتقل ہوتی ہوئی آئی
لیکن وہ اس کو بدعت کہیں تو اس کو بدعت وہ بھی کرتے ہیں
اور ان کے وہ بھی کرتے ہیں۔ اور ہم کیوں کرتے ہیں؟ اسلئے
کرتے ہیں کہ ان دلیلوں کے علاوہ ہمارے پاس ایک ایسا ٹھوس
اور مستحکم اصول ہے کہ اس اصول سے ہٹ کر نہ ہماری نگاہ جاتی
ہے اور نہ اس اصول سے ہٹ کر ہم کوئی قدم اٹھاتے ہیں جب
اصول کے دائرہ میں ہیں تو اس دائرے کے اندر ہمارا جو عمل
بھی ہوتا ہے وہ یا تو رب العزت کی حکم کی تعمیل ہے یا آقائے
نامدار سیدنا مولینا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی
تعمیل ہے۔ یا ان کی سنت اور عمل مبارک کی تعمیل ہے ___
اور یا یہ ان کے صحابہ، اسلئے کہ وہ ہمارے لئے نجوم ہدایت
ہیں وہ آفتاب ہیں، وہ سورج ہیں، اور اللہ رب العزت وہ
نور ہے کہ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قندیل میں روشن
نظر آرہا ہے، وہ باطن ہے، وہ ظاہر ہے، تو اس وجہ سے علم
نبوی کے لئے جو آج ہمارے یہاں یہ نقل ہے یہ علم تو وہ ہے
کہ اللہ رب العزت نے فرمایا حضور فرماتے ہیں عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ
فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ ؛ ___ اللہ نے مجھے پڑھایا اور اس لئے
پڑھایا کہ بُعِثْتُ مُعَلِّمًا :- ہم اللہ کے بندوں کو پڑھائیں

اسکے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم جو اللہ سے مجھے
ملا، امانت ہے اور ہماری امت کے صالحین سے صالحین
کی طرف منتقل ہوتا رہے گا۔ تو جس کے سر پر دستار رکھی
جاتی ہے گویا ایک مجمع عام اتنا بڑا اگر وہ امت محمدیہ علی صاحبہا
صلواۃ اللہ وسلامہ دعا کرے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یہ
معلوم کرلیتا ہے کہ یہ وہ گروہ ہے کہ پیشرو صالحین نے جو
منتقل کیا ان صالحین کی طرف۔ لہٰذا اعلیحضرت نے اپنے
تلامذہ کی طرف منتقل کیا انہوں نے ان لوگوں کی طرف منتقل کیا
انہوں نے دوسروں کی طرف اور اسی طرح جب تک قیامت
نہیں آئے گی جب تک قرآن حکیم اٹھا نہیں لیا جائے گا۔
___ اس وقت تک وہ علوم جو اللہ نے اپنی ذات
سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اور حضور اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کی طرف اور صحابہ کرام نے
تابعین کی طرف اور تابعین نے اتباع تابعین
اور یہاں تک کہ الیٰ یومنا، اعلحضرت عظیم البرکت امام
اہلسنت رحمۃ اللہ تعالے علیہ ورضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے
دور میں جس وقت اس علم کو لیا تو اس علم سے کیا کارنامے
انجام دیئے۔ اسوقت علمائے اہلسنت دو حصوں میں یا
تو قتل کر دیئے گئے یا عبور دریائے شور انکے لئے ہوا
اور یا اعلیٰ حضرت چونکہ کم عمر تھے ۱۸۵۷ء میں وہ ایک سال
کی عمر کے تھے اسلئے اگر وہ بھی بڑے ہوتے تو اس وقت شاید
ان کو بھی یا تو شہید کر دیا جاتا اور وہ علم ہم تک نہیں آسکتا تھا
مگر اللہ رب العزت کو وہ علوم نبوی جو صالحین سے صالحین
کی طرف منتقل ہونا تھا ___ اسلئے اعلیٰ حضرت
کو اس وقت باقی رکھا اور اعلیٰ حضرت نے اس وقت جو کام
کیا وہ صرف یہ نہیں کہ وہ پیر تھے یا وہ شاہ صاحب تھے اور
خانقاہ والے تھے اعلیٰ حضرت کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں

نے خانقاہوں کو بچا لیا انہوں نے مشائخ کی عزت کو بچا لیا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب اویس قرنی کو جبہ بھیجا اور احمد رضا خاں نے اویس قرنی کے عزت کے جھنڈے کو بچایا انہوں نے ان کے جبہ کی عزت کو بچایا ________ اگر اعلیٰ حضرت نہ ہوتے تو آج قادریت کی، خانقاہ نہ ہوتی۔ اگر اعلیٰ حضرت نہ ہوتے تو چشتیت کی خانقاہ نہ ہوتی۔ اگر اعلیٰ حضرت نہ ہوتے تو نقشبندیت کی خانقاہ نہ ہوتی۔ اسکے اوپر باطل کی طرف سے وہ گولہ باری ہو رہی تھی۔ اسکے اوپر مخالفین کی طرف سے وہ گولہ باری ہو رہی تھی اس کو بچایا اس کا محافظ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو ایک سپاہی بن کر ایک بہادر بن کر ایک خانقاہ کے محافظ بن کر۔ انہوں نے خانقاہ کو بچایا، دین کو بچایا، ایک عالم بن کر، شریعت کو بچایا ایک فقیہہ بن کر، انہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو بچایا، ائمہ مجتھدین کی محنتوں کو، ان کی ساری زندگی کی ساری کمائیوں کو بچایا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام تر بانیوں کو بچایا، ایک عالم بن کر، ایک فقیہہ بن کر، لیکن اصحاب صفہ کے ان کمالات کو انہوں نے عشرہ مبشرہ کے ان تمام ندائیت کو، اولیاء اللہ کے ان کمالات کو، اہل خانقاہ کے ان کمالات کو، سلاسل طریقت کے ان کمالات کو، بچایا کس نے؟ اس برصغیر ہی میں نہیں بلکہ اس روئے زمین کے اوپر بلکہ جہاں بھی اولیاء اللہ اور سلاسل طریقت کی حفاظت کی وہ وہی تھے انہیں کی تصانیف تھیں جو یہاں سے نکل کر عرب و عجم کے دوسرے ملکوں میں پہنچیں۔ تو اس نے بچایا اور آج تک ان ہی کی تحریر بچا رہی ہے آج بھی ان ہی کی تحریر سے استفادہ کر کے خانقاہیں

قائم ہیں، خانقاہوں کے مراسم قائم ہیں، خانقاہوں کے جبہ و دستار قائم ہیں، خانقاہوں کے وہ آداب قائم ہیں، خانقاہوں کے وہ رسم و رواج قائم ہیں، تو اعلیٰ حضرت صرف یہ نہیں کہ وہ ایک پیر تھے وہ شیخ تھے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان باطنی تعلیمات کو، اس خرقہ کو، جو حضور معراج میں لائے اور علی ابن ابی طالب کو پہنایا، اس خرقہ کا محافظ احمد رضا عبدالمصطفٰے رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ تھے تو آج ان ہی کے علوم اور ان ہی کی خانقاہ کی حفاظت کے لئے اُن لوگوں کے سروں کے اوپر دستار باندھی گئی ہے اور یہیں سے اس دستار سے سنت کا مقام معلوم ہوتا ہے، ان کے دل کے اندر کیا ہے؟ فرض ہے! ______ "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ" اور دستار باندھنا سنت، فرض دل کے اندر ہے اور سنت سر کے اوپر، تو جب تک سنت نہیں حاصل کر لی جائے فرض تک نہیں پہنچ سکتے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے قلم کے ذریعہ فقہ محمدی کی حفاظت کی اور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے قلم کے ذریعہ ناموس محمدی کی حفاظت کی۔
(علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی)

کراچی میں

طلباء کا عظیم اجتماع

جس میں

پنجاب • بلوچستان • سندھ • سرحد اور آزاد کشمیر سے

طلباء مندوبین شرکت کر رہے ہیں۔

صحیح العقیدہ طلباء کی نمائندہ تنظیم کی حیثیت سے انجمن طلباء اسلام (پاکستان) نے گذشتہ ۹ سال میں جو شاندار ترقی کی ہے اب وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی۔ پاکستان کے طول و عرض میں اس کی ۹۰ سے زائد شاخیں پوری تندہی کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ وسائل کی شدید کمی اور راہ میں حائل دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے انجمن کے کارکنان اپنی منزل کے حصول یعنی ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کیلئے اپنی مقدور بھر جدوجہد کر رہے ہیں۔ وسائل کی قلت کا یہ عالم ہے کہ انجمن گذشتہ ۶ سال میں صرف ایک بار بمشکل تمام لاہور میں ایک کل پاکستان کنونشن منعقد کر سکی ہے جبکہ جشن تشکیل کی تقاریب انتہائی سادگی کے ساتھ مقامی طور پر منائی جاتی ہیں۔ الحمد للہ اب انجمن طلباء اسلام (پاکستان) کا مرکزی کنونشن ۸، ۹ اور ۱۰ مارچ [illegible] کو کراچی میں ہو رہا ہے۔

گو یہ کنونشن پاکستان کے ایک سرے یعنی کراچی میں ہو رہا ہے لیکن دوسرے سرے تک تقریباً تمام شہروں کے طلباء نمائندے اس میں شرکت کر رہے ہیں۔ کنونشن ۸ مارچ بروز جمعہ صبح شروع ہو گا۔ اور ۱۰ مارچ بروز اتوار شام کو اختتام پذیر ہوگا۔ کنونشن میں تین دن کے لئے ایک جامع پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔

کنونشن خالصتاً تربیتی نوعیت کا ہو گا۔ اور اس میں مندوبین کو انجمن کی تمام سرگرمیوں کی ایک جھلک دکھائی جائے گی تاکہ وہ بھی اپنے اپنے علاقوں میں جا کر اس انداز سے کام کر سکیں۔ کنونشن سے جو بڑا مقصد حاصل کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جو کارکنان و ہمدردان اس میں شریک ہوں ان کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ کراچی سے ایک نیا عزم اور ولولہ تازہ لیکر جائیں اور جذبۂ ایثار و قربانی سے سرشار ہو کر نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے جدوجہد کریں۔ ان کے اندر چٹانوں کا سا عزم و ثبات پیدا کر دیا جائے۔ ان میں کلمۂ حق بلند کرنے کی جرأت اور مشکلات کے وقت میں صبر کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا جائے۔ کنونشن میں مندرجہ ذیل پروگرام شامل ہیں۔

درس قرآن و حدیث، محفل میلاد، یوم شاہ عبداللطیف بھٹائی، مجلس مذاکرہ، جلسہ عام، نمائش، تعارفی نشست تربیتی اجلاس، وقفہ سوالات، انٹرویوز، کراچی کے مختلف یونٹس کے اجتماعات میں شرکت، سیر و تفریح، مرکزی صدر و جنرل سکرٹری اور مجلس مشاورت کے انتخابات وغیرہ۔

جن حضرات کی بحیثیت مہمان مقرر کے اس کنونشن میں شرکت متوقع ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں
علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب، پیر کرم شاہ صاحب
مولانا وقار الدین صاحب قادری، مولانا قاری مصلح الدین صاحب قادری، مولانا شاہ [illegible]، مولانا عبدالستار

خاں نیازی۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا سید سعادت علی قادری، مولانا جمیل احمد نعیمی، مفتی سید شجاعت علی قادری۔ صوفی ایاز خاں نیازی۔ جناب چیف جسٹس طفیل علی عبدالرحمٰن، جناب اے کے بروہی، جناب شاہ فرید الحق صاحب، جناب ظہور الحسن بھوپالی صاحب، جناب سید سردار علی شاہ، جناب پروفیسر محمد مسعود دہلی ایچ ڈی، جناب مولانا محمد اکبر ساقی صاحب، مولانا محمد حسن حقانی صاحب وغیرہ۔

اب ایک اور حقیقت

گذشتہ دنوں اخبار "چٹان" میں انجم عباسی صاحب کا ایک مضمون بعنوان "حیدرآباد کے تعلیمی ادارے اور انتخابی سرگرمیاں" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مضمون پڑھ کر ایسا محسوس ہوا جیسے جناب انجم عباسی صاحب یہ مضمون لکھ کر انجمن طلباء اسلام سے اپنی کسی دیرینہ دشمنی کا بدلہ لینا چاہتے ہوں یا پھر یہ کہ موصوف کو حقیقت حال کا علم ہی نہ ہو اور محض سنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہوئے اپنا اخبار "چٹان" کی زینت بنانے کے لئے انجمن کے خلاف زہر افشانی کی ہو۔

انجم عباسی صاحب نے اپنے مضمون کی ابتداء میں جس غلط بیانی سے کام لے کر جمعیۃ طلباء کو طلبہ کی ایک فعال تنظیم ثابت کرنے اور انجمن طلباء اسلام (پاکستان) کو ایک نئی اور لانظریہ جماعت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے نہ صرف میری دل آزاری ہوئی ہے بلکہ کراچی سے لے کر پشاور تک ان تمام ساتھی طلبہ کو قلبی اور ذہنی تکلیف ہوئی ہے۔ جو کہ اس تنظیم سے وابستہ ہیں۔

موصوف نے اپنے مضمون کی ابتدا میں تحریر کیا ہے کہ انجمن ایک ایسی تنظیم ہے جو گذشتہ سال قائم ہوئی اور یہ تنظیم اب جمعیۃ کو شکست دینے کے لئے پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے متحدہ محاذ تشکیل دے رہی ہے جو کہ غلط اور تضاد بیانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انجمن طلبا اسلام گذشتہ سال نہیں بلکہ ۱۹۶۸ء میں حیدرآباد میں قائم ہوئی اور انجمن ہی وہ واحد طلبہ تنظیم ہے جو کہ پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن سمیت تمام سیاسی جماعتوں کی بغل بچہ تنظیموں کے مقابلے میں مختلف کالجوں میں اپنے امیدواروں کو انتخاب لڑا رہی ہے۔

جب کہ جمعیت طلبا نے انہی کالجوں میں جہاں گذشتہ سال اس کی پوری یونین رہی ہے اپنے امیدواروں کو صرف معمولی نشستوں کے لئے نامزد کیا ہے اس سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمعیت طلبا نے پی ایس ایف سے شکست تسلیم کر لی ہے اور اسی لئے اس کے نمائندے کھڑے نہیں کئے۔ اس کا اعتراف صاحب مضمون جناب انجم عباسی صاحب نے بھی کیا ہے۔

انجمن طلباء اسلام (پاکستان) ایک مضبوط اور منظم جماعت ہے ــــ جو کہ اپنا الگ دستور رکھتی ہے اور کسی سیاسی جماعت کی آلۂ کار یا حاشیہ بردار نہیں ــــ انجمن کے ایک ممبر کو کارکن بنتے وقت حلف اٹھاتے ہوئے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اللہ واحد اور لاشریک ہے۔ اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم رسول برحق اور آخری نبی ہیں۔ صحابہ کرام لائق عزت ہیں ــــ اسلاف کی عزت واجب ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور قرآن مجید ایک مکمل دستور حیات ہے۔ یہ ہیں وہ تمام حقائق جو انجمن پر تمام الزام کی نفی کرتے ہیں۔

ان تمام باتوں کے بعد میں جناب انجم عباسی صاحب سے سوال کروں گا کہ ایسی تنظیم پی ایس ایف سے متحدہ محاذ تشکیل دے سکتی ہے؟ جو کہ جمہوریت کی راہیں سوشلزم میں تلاش کرتی ہے۔ اور اگر نہیں تو انجمن سے ہیں اور پھر بہتان تراشی!! جب کہ حیدرآباد گورنمنٹ پولی ٹیکنیک کے انتخابات ثابت کر چکے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے:-

اس کا واضح ثبوت انجم عباسی صاحب کی تحریر میں بھی موجود ہے اور خود پولی ٹیکنک طلبا نے دیکھا کہ سمیع اللہ کو انتخابی ٹکٹ دیا اور انتخابات سے دو روز قبل ظہیر الدین بابر کو صدارت کے لئے نامزد کر دیا ــــ

مضمون نگار نے تحریر کیا ہے کہ ٹیکنیکل کالج میں جمعیتہ

باقی ص ۸۳ پر

مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ عنہ سے متعلق

حیات اعلیٰحضرت

مصنفہ :- مولانا ظفر الدین صاحب رضوی

صفحات :- ۳۲۰

ناشر :- مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی

مصنف موصوف نے یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں چار جلدوں پر مشتمل لکھی ہے۔ جلد اول اب تک شائع ہوئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ بقیہ حصے بھی شائع کئے جائیں۔ کتاب میں اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے متعلق بہت مواد جمع ہے جنھیں پڑھ کر عام قاری بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ اس ذخیرہ روایات کو سامنے رکھ کر ایک اچھی سوانح ترتیب دی جا سکتی ہے۔

سوانح اعلیٰحضرت امام احمد رضا

مرتبہ :- مولانا بدرالدین احمد قادری

صفحات : ۳۸۲

ناشر :- نوری بکڈپو لاہور

پیش نظر کتاب کچھ کچھ جدید اسلوب سوانح نگاری پر لکھی گئی ہے اور یہ ایک اچھی کوشش ہے لیکن پھر بھی یہ کام ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے بہرحال قارئین کو اس کتاب سے بہت مدد مل سکتی ہے۔

فاضل بریلوی اور ترک موالات

مولف :- پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے، پی ایچ ڈی۔

صفحات :- ۷۲

ناشر :- مرکزی مجلس رضا - لاہور

زیر نظر تصنیف میں پروفیسر صاحب نے بڑے منصفانہ اور مبصرانہ انداز میں "تحریک موالات" پر مدلل روشنی ڈالی ہے اور اس تحریک کے بارے میں فاضل بریلوی قدس سرہ کا نظریہ وضاحت پیش کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دو قومی نظریہ کے اس دور میں اولین علمبردار فاضل بریلوی ہی تھے (بیس پیسے کا ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔

اعلیٰحضرت بریلوی کا فقہی مقام

مولف:۔ مولانا اختر شاہجہانپوری

صفحات:۔ ۱۲۰

ناشر:۔ مرکزی مجلس رضا۔ لاہور

زیر نظر تالیف میں موصوف نے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت پر شاندار مقالہ قلمبند فرمایا ہے اور حضرت فاضل بریلوی کے کمالات علمیہ میں سے عظیم ترین فقہی مقام کا تصور سلجھے ہوئے انداز میں پیش کیا ہے (مفت دستیاب ہے)

مقالات یوم رضا

ترتیب:۔ قاضی عبد النبی صاحب کوکب
حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری

صفحات:۔ ۱۳۸

ناشر:۔ دائرۃ المصنفین۔ اندرون بھاٹی دروازہ۔ لاہور۔

یہ کتاب ان مقالات کا مجموعہ ہے جو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے عرس کے موقع پر ۲ رجون ۱۹۶۸ء کو منعقد ہونے والے "یوم رضا" زیر اہتمام مجلس صداقت اسلام لاہور) کے سلسلے میں لکھے گئے۔

پیغامات یوم رضا

مرتب:۔ محمد مقبول احمد قادری

صفحات:۔ ۴۸

ناشر:۔ مرکزی مجلس رضا۔ لاہور

زیر نظر کتاب میں مختلف ممالک کے ۲۹ علماء مشائخ۔ شعراء۔ پروفیسروں اور ڈاکٹروں کے پیغامات جمع کئے گئے ہیں جو ۱۹۷۱ء میں لاہور میں منائے جانے والے "یوم رضا" کے موقع پر موصول ہوئے (دس پیسہ کا ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کر سکتے ہیں

مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری

مولف:۔ ملک شیر محمد خاں اعوان
مرکزی مجلس رضا۔ لاہور

صفحات:۔ ۳۶

پیش نظر مقالے میں مولف نے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری پر اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا ہے نیز انکی شاعری کے متعلق اپنے اور بیگانوں کی آراء بھی تحریر کر دی ہیں جس سے مولانا احمد رضا کی ہمہ گیر مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی اہل قلم آپ کی شاعری پر مبسوط مقالہ لکھ کر ایک ایک خوبی اجاگر کرے۔ خدا کرے یہ مقالہ اس کے لئے محرک ثابت ہو (دس پیسے کا ٹکٹ بھیج کر طلب کر سکتے ہیں)

الشاہ احمد رضا بریلوی

مصنف:۔ مفتی محمد غلام سرور قادری۔ ایم۔ اے

صفحات:۔ ۱۷۶

ناشر:۔ انجمن اسلامیہ حنفیہ۔ ہارون آباد بہاولنگر۔

پیش نظر کتاب میں مجدد کی ضرورت پر بحث کی گئی ہے اور پہلی صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک کے مجددین کا تذکرہ ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو چودھویں صدی کا مجدد ثابت کرنے کے علاوہ آپ کے تجدیدی کارنامے مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

یادِ اعلیٰحضرت

مرتبہ:- مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

صفحات:- ۷۶

ناشر:- دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ

پیش نظر کتاب میں اعلیٰحضرت کی مختصر سوانح حیات بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہے۔ مولانا موصوف نے یہ رسالہ تصنیف فرما کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے رسالہ کے ساتھ اعلیٰحضرت کی تصنیف فضل العلم والعلماء بھی شامل ہے۔

فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں

مولف:- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

صفحات:- ۲۱۶

ناشر:- مرکزی مجلس رضا لاہور۔

پیش نظر کتاب میں فاضل مولف نے بڑے خوبصورت انداز میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی چار تصانیف پر علماء و مشائخ کے وہ پیغامات پیش کئے ہیں جو انھوں نے ان کتابوں پر بطور تقریظ یا بطور تبصرہ ثبت فرمائے تھے۔ اگر اسے تعصب سے بالاتر ہو کر پڑھا جائے تو فاضل بریلوی کا حقیقی مقام دل میں اتر سکتا ہے۔ مذکورہ کتاب فن سوانح نگاری کے اعتبار سے اعلیٰحضرت کی حیات طیبہ پر پہلی کتاب ہے جو سینکڑوں کتب و مجلات کے مستند حوالوں سے مرصع ہے۔ (ایک روپے کے ٹکٹ بھیج کر۔ یا بذریعہ رجسٹری طلب کریں)

کراماتِ اعلیٰحضرت

مرتبہ:- اقبال احمد نوری

کانپور (انڈیا) میں طبع ہوئی۔

مجدد اسلام

مرتبہ:- محمد صابر قادری

۱۹۵۹ء میں کانپور (انڈیا) میں طبع ہوئی۔

سوانح امام اہلسنت

مرتبہ:- مولانا نسیم بستوی

ہندوستان میں طبع ہوئی۔

بقیہ:- طلباء کا اجتماع

کے حامی طلباء کی تعداد ۶۵ فیصد ہے ـــــ جو کہ جھوٹ اور مبالغہ آرائی کے سوا کچھ بھی نہیں کیونکہ انتخابی نتائج اسکے برعکس ہیں۔

مضمون نگار نے اپنے مضمون میں یہ الزام بھی لگایا ہے کہ پولی ٹیکنیک یونین کے کامیاب صدر تنویر تدبر کا تعلق انجمن انجمن طلباء اسلام سے نہیں بلکہ مہاجر طلبہ محاذ نامی تنظیم سے ہے کہ اس کا جواب انہیں حیدرآباد کے وہ صحافی دوست دے سکتے ہیں ـــــ جنہوں نے گذشتہ دنوں انجمن طلباء اسلام کی جانب سے بلائی جانے والی پریس کانفرنس میں شرکت کی تھی اور جس میں انجمن کے رہنما جناب انور کمال راجپوت کی قیادت میں پولی ٹیکنک کے منتخب نمائندوں نے اسداللہ خان انصاری کی رہائی اور دیگر طلبہ مطالبات کی منظوری کے لئے تحریک چلانے کا عزم بھی کیا تھا (مرسلہ ملک محمد رمضان حیدرآباد)

تحریر: صوفی محمد اسلم راشد

امام اہلِ سنت قدس سرہٗ

کی تعلیمات اور علمائے کرام کا حصہ

یہ بات اہلسنت کے کسی صاحب علم پر مخفی نہیں کہ امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی دینی خدمات ہر لحاظ سے خصوصی اہمیت رکھتی ہیں آج ہمیں مسلک کے اعتبار سے جتنے بھی امتیازات حاصل ہیں۔ اُن میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کی پرخلوص کوششوں کا بہت زیادہ حصہ ہے۔

آپ نے کتاب و سنت کی بنیاد پر دینی علوم کے جو انوار بکھیرے ہیں۔ ان پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ کیونکہ آپ کی کوششیں وقت کی پکار کے عین مطابق تھیں۔ آپ کا قلم وقت کے سوال کا جواب تھا۔ آپ کا ذہن، بدعقیدگی کی ظلمتوں کے لئے مشعلِ راہ تھا۔ آپ کا سینہ محبت، عقیدت اور خلوص کی امانتوں کا امین تھا۔ دراصل یہ وہی نور تھا جس سے اقوام کی تقدیر کو بدلا جاسکتا، ہے اور یہ وہی سوز تھا جس سے گمراہی کے خس و خاشاک کو خاکستر بنایا جاسکتا ہے۔ اور یہ وہی ولولہ تھا جس سے قلوب کی دنیا میں انقلاب پیدا کیا جاسکتا ہے ؂

چہ باید مرد را طبع بلندے مشربِ نابے
دلِ گرمے نگاہِ پاک بینے جانِ بیتابے
(اقبال)

آپ نے ایسی مقدس، پاکیزہ اور گرانمایہ امانت بھی عطا فرمائی ہے جس کو آپ کی تمام کوششوں میں، مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس امانت سے میری مراد عقائد اہلسنت و جماعت سے والہانہ اور پرخلوص محبت ہے۔

دراصل یہی آپ کی ساری زندگی کا حاصل تھا اور یہی وہ قوت تھی جس کی بنا پر آپ نے عشقِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ چراغ جلائے جن کو تند و تیز آندھیاں بھی گل نہ کر سکیں۔ بغض و تنقیص کے بادل چھٹ گئے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا عشق ہر صاحبِ ایمان کے دل پر محیط ہوگیا۔

کاش کہ آج ہمارے دل، ذہن اور قلم اس امانتِ گرانمایہ کی حفاظت کے لئے مستعد ہو جائیں۔ اور یہ امام اہلسنت کے دل میں بسی ہوئی عقیدتوں کی خوشبو سے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے دل و دماغ کو معطر کریں۔

امام اہلسنت نے ہم لوگوں پر سب سے بڑا یہ احسان فرمایا ہے کہ ہمیں ایک ایسا اندازِ فکر عطا فرمایا جو اسلام کی حقیقی روح اور منشا کے عین مطابق ہے قرآن مقدس کا مقصود بھی یہی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کو تنقیص کے غبار سے پاک رکھا جائے ان کے فضائل و کمالات کو نہ صرف زبانی بلکہ دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیا جائے۔ ان کے تصرفات و اختیارات اور

بارگاہِ ایزدی میں ان کی محبوبیت کو نگاہ میں رکھا جائے
اور ہرگز ہرگز ایسی راہ اختیار نہ کی جائے جس سے ان ،
برگزیدہ ہستیوں کی بارگاہ میں بے باکی اور گستاخی کا شائبہ
بھی نکلتا ہو ۔

آج اسی اندازِ فکر نے ہر صحیح العقیدہ سُنّی کو ایک
مخصوص مزاج عطا کیا ہے ۔ اسی مزاج اور اسی ذہنی ۔
تربیت کی وجہ سے ہر سنّی اپنی انفرادیت اور امتیاز کو
کو قائم رکھتا ہے ۔ اسی مزاج میں انبیاء علیہم السلام اور
اور اولیاء کرام کا تقدس ، بزرگانِ دین کا احترام اور ان کی
فضیلتوں اور بزرگیوں کی تصدیق شامل ہے ۔ یہ وہ نعمت
عظمیٰ ہے جس کی حفاظت کا فریضہ ہم سب پر عائد ہوتا ہے
امام اہلسنت نے بڑے طوفانوں سے ٹکرا کر اس حقیقت
کو قائم رکھا ہے ۔ بڑی سینہ کاوی سے مسلمانوں کے دلوں کو
عقیدت کے جذبات سے سرشار کیا ہے ۔ بغض و تنقیص
جیسی مہلک بیماریوں سے دل و دماغ کو بچانے کے لئے ایک
ہمدرد طبیب اور حکیم کے فرائض انجام دیتے ہیں ۔ اللہ
تعالیٰ آپ کی تربتِ اقدس پر لاکھ لاکھ رحمتیں نازل فرمائے
آمین ۔ آپ کی یہ کرم فرمائیاں بصیرت رکھنے والے حضرات
کے لئے کوئی کم درجہ نہیں رکھتیں ۔ امام اہلسنت قدس سرہٗ
العزیز کو اپنے مشن کے ساتھ جو والہانہ محبت تھی اور
اسکی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بے چینیاں
اور بے تابیاں عطا فرمائی تھیں ان کی ایک جھلک کا مشاہدہ
مقصود ہو تو امام اہلِ سنت قدس سرہٗ العزیز کی مندرجہ
ذیل تحریر پڑھیئے : ۔

" ایمان کے حقیقی اور واقعی ہونے کو دو باتیں
ضروری ہیں ۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی تعظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم ۔ تو اسکی
آزمائش کا یہ صریح طریقہ یہ ہے کہ تم کو جن لوگوں
سے کیسی ہی تعظیم ، کتنی ہی عقیدت ، کیسی ہی
محبت کا علاقہ ہو ۔ جیسے تمہارے باپ ، تمہارے
استاد ، تمہارے پیر ، تمہاری اولاد ، تمہارے
مفتی ، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد
جب وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ
اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب
میں ان کی عظمت ، ان کی محبت کا نام و نشان
نہ رہے ۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ ۔ اُن کو
دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر باہر پھینک
دو ۔ ان کی صورت ، ان کے نام سے نفرت
کھاؤ ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے ، دوستی
اُلفت کا پاس کرو نہ اسکی مولویت ، مشیخت ،
بزرگی کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بنا پر تھا جب
یہ شخص اُن ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں ،
اس سے کیا علاقہ رہا ۔ اُس کے جبے عمامے پر
کیا جائیں ۔ کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے
عمامے نہیں باندھتے ؟ اس کے نام و علم و ظاہری
فضل کو لے کر کیا کریں ۔ کیا بہتیرے پادری
بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں
جانتے تھے ؟ ۔ اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات
بنانی چاہی ۔ اس نے حضور سے گستاخی کی اور
تم نے اس سے دوستی نباہی یا اُسے ہر بُرے
سے بدتر بُرا نہ جانا یا اُسے بُرا کہنے پر بُرا مانا

یا اُسی قدر کہ تم نے اُس امر میں بے پرواہی نباہی یا تمھارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے میدان میں کہاں ہوئے۔ قرآن و حدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اُس سے کتنی دور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کرسکے گا۔؟ اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے عزیز ہوں گے۔ وہ اُن کے گستاخ سے سخت ترین نفرت نہ کرے گا؟ اگرچہ اس کا دوست، برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے ربّ کی بات سنو! وہ کیونکر تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ (تمہید الایمان ص۸،۷)"

نیا عزم

اگر ہمیں امام اہلسنت کے مقدس مشن کو زندہ رکھنا ہے تو ہمیں پورے عزم اور استقلال سے میدانِ عمل میں آنا چاہیئے۔ تبلیغ کی جملہ شرائط کو مدِ نظر رکھ کر کام کرنا چاہیئے شدت کی بجائے حکمت اور دانائی کی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ امام اہلسنت کی تمام تعلیمات درحقیقت عشقِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہری وابستگی رکھتی ہیں۔ اور عشقِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہی بندۂ مومن کا مقصود و مطلوب ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ تعلیماتِ امام اہلسنت کو زندہ کرنا درحقیقت عظمتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو سر بلند کرنا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ امام اہلسنت کی تعلیمات کی اشاعت کا کام کن خطوط پر جاری رکھا جائے۔ اگرچہ ہمارے ہر صحیح العقیدہ سنی کا مقدس فرض ہے کہ وہ پورے خلوص کے ساتھ ان تعلیمات کو اپنائے۔ اور دوسرے لوگوں تک پہنچائے لیکن ذہنی انقلاب برپا کرنے کے لئے علمائے کرام جو مرکزی کردار ادا کرسکتے ہیں وہ ایک عام آدمی نہیں کرسکتا۔ سب سے بھاری اور مشکل ذمہ داری علماء کے سر آن پڑی ہے۔ اگرچہ دینی امور کی اشاعت ایک کثیر المقاصد پروگرام ہوتا ہے لہٰذا اور کسی خاص طرف جھک جانا کچھ زیادہ مؤثر نہیں ہوتا تاہم ہمارے علمائے کرام کے لئے ضروری ہے کہ چند بنیادی اور ضروری مسائل کو حل کرنے کے لئے اجتماعی کوششوں کا ایک سلسلہ جاری فرمائیں۔ تاکہ سالوں کا کام مہینوں اور مہینوں کا کام دنوں میں انجام پائے۔ اس مقصدِ جلیل کے حصول کے لئے چند ایک ضروری تجاویز پیش کرنا وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوگا۔

اعلیٰحضرت بریلوی کی تصانیفِ منیفہ

اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ تعصّب سے بلند ہو کر اگر کوئی اہلِ حق ان کا مطالعہ کرے تو ان میں تحقیق کے لہلہاتے ہوئے باغ نظر آتے ہیں۔ میدانِ فقاہت میں آپ نے جو معیار قائم فرمایا ہے علمائے عرب و عجم اس کے معترف ہیں۔ عقائدِ باطلہ جدیدہ کے ردّ میں جو کام آپ نے کیا ہے شاید ہی کسی اور کے حصے میں آیا ہو۔ لیکن اس تمام سعی کے باوجود آپ نے چونکہ اپنی تصانیف میں جو زبان استعمال فرمائی ہے وہ ایک عام اردو خواں کے لئے خاصی مشکل ہے۔ تفہیم کا انداز تقریباً مناظرانہ ہے۔ عربی اور فارسی ذخیرۂ الفاظ نے عبارات کو

کو مزید ثقیل بنا دیا ہے۔ عبارات فقہا مسلسل بلا اعراب
تحریر کر دی گئی ہیں۔ فقہ اور حدیث کی فنی اصطلاحات
کا استعمال آزادانہ طور پر کیا گیا ہے۔ اسلوب تحریر بھی
قدیم ہے۔ بریں وجہ آپ کی تصانیف سے ایک عام
آدمی پورا پورا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ غالباً انہی مشکلات
کے پیش نظر آج کل کے تعلیم یافتہ طبقے نے آپ کی تصانیف
کو اپنی خصوصی توجہ اور دلچسپیوں کا مرکز نہیں بنایا۔ مؤثر تبلیغ
اور اشاعت کی راہ میں یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے اور
یہ مسئلہ خالصتاً علمائے کرام کی توجہ کا محتاج ہے۔ اگر علمائے
کرام اپنے ذاتی دقت اور محنت کو اس راہ پر استعمال
کرنے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں گے۔ تو امام اہلسنت کے
جلیل القدر کام کی افادیت سے لوگ محروم رہ جائیں گے۔
اپنے مسلک سے عدم واقفیت عوام کو بیگانگی کی راہ پر
گامزن کر دے گی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے مقاصد
جلیلہ کو ناواقفیت کی وجہ سے لوگ مولویوں کے روایتی
جھگڑوں پر محمول کرنے لگیں گے۔ اور کسی نہ کسی حد تک علمائے
اہل سنت کو بھی عوام کے اس اندازِ فکر سے متاثر ہونا پڑے
گا۔ جسطرح کہ آج کچھ پڑھے لکھے حضرات نے بھی مسلکِ
اہلسنت کے باب میں ضرر رساں سمجھوتے کی راہ اختیار
کر رکھی ہے۔ بے شک اُمتِ مسلمہ میں اختلافات سے بچنا
اور صلح کی پالیسی اختیار کرنا ایک اچھی چیز ہے لیکن یاد رہے
کہ اس صلح کل کی پالیسی میں ہمیں حقائق کو مسخ نہیں کرنا
چاہیئے۔ اس میدان میں بڑی احتیاط سے قدم رکھنا لازم
ہے۔ ہمیں ہر قدم پر اس بات کا پورا یقین کر لینا چاہیئے
کہ ہمارے عقائد کا کوئی جزئیہ متاثر تو نہیں ہوا۔ اور ہماری
درخشندہ قدروں پر حالات سے متاثر ہونے کی پرچھائیں
تو نہیں پڑ گئیں۔

اب ہمیں غور کرنا ہے کہ ان مقاصد کے حصول
کے لئے بہر صورت عملی طور پر ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں۔

۱۔ اہلسنت مکتب فکر کے جو رسائل اس وقت اشاعت
پذیر ہیں ان پر یہ مخلصانہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے
کہ وہ تعلیمات امام اہلسنت کو نہایت سادہ اور
قابلِ فہم انداز میں عوام کے سامنے پیش کریں۔ اعلیٰ
حضرت کے رسائل کے اقتباسات کو تشریحی نوٹ
کے ساتھ شائع کرنے کی سعی فرمائیں۔ اگرچہ بظاہر
یہ ایک آسان طریق ہے لیکن اعلیٰ حضرت کی تعلیمات
کا دائرہ وسیع کرنے میں ایک سریع الاثر قدم ہے۔

۲۔ جو ادارے امام اہلسنت کی تصانیف کی اشاعت
کا کام پہلے ہی سے انجام دے رہے ہیں علمائے
اہلسنت کو ان کے ساتھ رابطہ قائم کر کے تراجم، توضیحات
تشریحات، ترتیب اور انتخاب میں ان کی معاونت
کرنی چاہیئے۔ بہتر ہوگا کہ علمائے کرام اس کارِ خیر
میں اپنی منفعت کو ترجیح نہ دیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے
مقدس مشن کی اشاعت کو مقدم سمجھیں۔ اشاعت
کنندہ اداروں کے کام میں آسانی پیدا کریں۔ علمائے
کرام کی دلچسپی سے ان اداروں کے حوصلے بلند
ہوں گے اور کام خوش اسلوبی سے چل نکلے گا۔

۳۔ عام اخبارات و رسائل میں ایسے مضامین کا
سلسلہ شروع کیا جائے جو اعلیٰ حضرت کے مقاصدِ
جلیلہ کی ترجمانی کرتے ہوں اور ان مضامین کو مضبوط
دلائل سے مزین ہونا چاہیئے تاکہ حقانیت پوری
طرح سے واضح ہو جاتے۔ جدال کی راہ ترک کر کے
حکمت اور احسن تفہیم کی راہ اختیار کی جاتے۔

۴۔ مخلص علمائے کرام پر مشتمل ایک ایسا بورڈ تشکیل

کیا جانا چاہیے جو باقاعدہ نظم و نسق کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی اشاعت کا کام کرے۔ سیمینار منعقد کر کے افکارِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا ایک جامع منصوبہ بنایا جائے۔ اور بتدریج اس منصوبے پر عمل درآمد کرایا جائے۔ یہ بورڈ اگر ضروری سمجھے تو ملک کے طول و عرض میں ضمنی کمیٹیاں تشکیل کر کے اپنے کام کی رفتار کو تیز کر سکتا ہے۔ ۸۰ فیصد دیہی آبادی میں ہزاروں آئمہ مساجد اپنے اپنے مقام پر اس کام میں معاونت فرما سکتے ہیں۔

بادی النظر میں اہلسنت و جماعت کے اندر جو جمود اور مایوسی سی نظر آتی ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ حالات اور ماحول کی پیدا کردہ ہے۔ اگر ان حالات اور ماحول میں سازگار تبدیلی پیدا کی جائے تو یہ لوگ انقلاب پیدا کر دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ چنگاریاں علمائے کرام کی مخلص قیادت کے بغیر چمک پیدا نہیں کر سکتیں۔ اللہ تعالےٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ تنظیم اور نظم و نسق کی لاکھ کمزوریوں کے باوجود کچھ ادارے اہلسنت و جماعت کے مشن کو اللہ کی رضا کے لئے کامیاب بنانے میں مصروفِ کار ہیں۔ ان میں دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ، مرکزی مجلس رضا لاہور، رضا اکیڈمی لاہور، نوری کتب خانہ لاہور، مکتبہ علویہ لائل پور، ماہنامہ ضیائے حرم، ماہنامہ ترجمان اہل سنت اور ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ـــــ وغیرہ خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت مولٰینا محمد عبدالحکیم صاحب شرف اور حضرت مولٰینا قاضی عبدالنبی صاحب کوکب زبردست مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے اعلےٰ حضرت کے سوانح حیات اور افکارِ عالیہ کو عام فہم انداز میں پیش کر کے عوام کی ایک دیرینہ خواہش کو پورا فرمایا ہے۔

آخر میں مجھے مخلص علمائے اہلسنت کی خدمت میں مؤدبانہ ایک درخواست پیش کرنی ہے وہ یہ کہ گذشتہ چند سالوں میں اکابر علمائے اہلسنت کے رحلت فرما جانے کی وجہ سے ایک شدید خلا محسوس ہونے لگا ہے۔ اسی خلا نے آپ کے کندھوں پر ایک بھاری ذمہ داری ڈال دی ہے۔ آج سوادِ اعظم اہلسنت کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھتی ہیں۔ عدمِ تنظیم کی وجہ سے ان کی صلاحیتیں اور وسائل مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس سلسلے میں مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، حضرت مولٰینا جمیل احمد نعیمی، حضرت پیر کرم شاہ صاحب بھیروی، ـــــ ـــــ اور حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی سے خصوصی طور سے گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیورِ علم سے مرصع فرمایا ہے۔ آپ کے دل سیدنا مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے روشن ہیں۔ آپ سیدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شوکتِ قاہرہ کے آداب سے واقف ہیں اور حق آگاہی کے رموز سے آشنا ہیں۔ عشقِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کی فکر کو رفعتیں عطا فرمائی ہیں۔ خدارا آپ گروہ اہلسنت و جماعت کو خود اعتمادی، تنظیم، ایثار اور خود آگاہی کی قوتوں سے مالا مال فرمائیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق کے سوز سے ان کے سینوں میں ایسی حرارت پیدا فرمائیں جس کی برکت سے یہ لوگ ایک سر بلند اور باوقار قوم کی حیثیت سے زندگی گذار سکیں۔

از:۔ مشتاق احمد علوی ایم۔ اے

بوڑھا برکت گاؤں کا نمبردار تھا۔ اگرچہ اسکے منہ میں کوئی دانت، نہ تھا نہ ہی سر پر کوئی بال اور داڑھی روئی کی طرح سفید تھی۔ مگر وہ ہر روز داڑھی منڈواتا اور اگر کوئی اُسے تایا کہہ دیتا تو وہ بجلی کی طرح کڑک کر اُسے جھڑکی دیتا۔ لہٰذا ساری گاؤں والے اُسے چچا نمبردار کہہ کر بلاتے تھے۔ اس بوڑھے کی زمین بہت زیادہ تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُسے سات بیٹوں سے بھی نوازا تھا۔ اس لئے بے چارے گاؤں والے اس سے ڈرتے اور اسکی عزت کرتے تھے لیکن حقیقتاً سب لوگ اس بوڑھے سے نالاں تھے۔

ایک دفعہ بوڑھا نمبردار چوپال میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا خوشی سے باتیں کر رہا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ کسی نے مجلس میں سے دھیمی سی آواز میں کہا "چچا نمبردار، آج رمضان شریف کا چاند بھی دیکھنا ہے۔ نمبردار نے ازراہِ تمسخر کہا ہم تو بھوکے نہیں مریں گے۔ جن کے پاس رزق نہ ہو وہ ایک مہینہ نہ کھائیں تاکہ بچت ہو جائے۔ ہمیں چاند سے کیا واسطہ ہے۔ چڑھے نہ چڑھے ہم سے تو یہ نہیں ہوتا کہ دن کو بھوکے پیاسے مرو اور رات کو پریڈ کرو (نعوذ باللہ استغفر اللہ)

چچا نمبردار کی یہ باتیں سن کر کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ، اس کے سامنے بات کرے۔ نیز بامغرب کے قریب کچھ اہلِ مجلس اُٹھے اور مسجد کی جانب چلے، مسجد کی چھت پر چڑھ کر رمضان شریف کا چاند دیکھا اور اللہ کا شکر ادا کر کے ماہِ رمضان کا آغاز کیا۔ جن لوگوں کو نمبردار کی باتیں بُری لگی تھیں، وہ دوسرے روز نمبردار کی مجلس میں نہ

گئے۔ چچا نمبردار کو بہت غصہ آیا اور ان سب کو بلا بھیجا فضلو اور رشید ابے چارے بہت غریب تھے اور نمبردار سے بہت ڈرتے تھے لہٰذا پیغام ملتے ہی وہ نمبردار کی مجلس میں حاضر ہوتے۔ نمبردار انہیں دیکھتے ہی سرخ ہو گیا اور گالیاں بکنے لگا۔ یہیں بس نہیں بلکہ اُن کو سزا بھی دی اور ان کے سامنے پانی بھی پیا اور کہا کہ لو میں پانی پیتا ہوں جو کرنا ہے کر لو۔ وہ بے چارے ڈر کے مارے خاموش ہو رہے۔ شام کو حسب معمول مجلس برخاست ہوئی اور نمبردار اپنی چارپائی پر دراز ہو گیا۔ ابھی وہ لیٹا ہی تھا کہ اس نے اپنے آپ کو ایک صحرا میں پایا۔ وہ اکیلے میں بہت ڈر رہا تھا۔ اس کی بوڑھی ٹانگیں تھر تھر کانپ رہی تھیں اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو دور اُسے ایک چیز آتی ہوئی معلوم ہوئی جب غور سے دیکھا تو یہ ایک اژدہا تھا جو سیدھا اس کی طرف آ رہا تھا۔ اور اسکے منہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ اُسے دیکھ کر نمبردار حواس باختہ ہو گیا اور سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگا تھوڑی دور گیا تھا کہ اُسے اپنے لڑکے کھڑے نظر آئے۔ جب بوڑھے باپ نے اُنہیں مدد کے لئے پکارا تو وہ فوراً دوڑے۔ مگر دوسرے ہی لمحے ان کے اور بوڑھے کے درمیان آگ کے شعلے حائل ہو گئے۔ اور لڑکے اپنے باپ کو کھڑے نگاہِ ترحم سے دیکھتے رہے۔ بوڑھا ہانپتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ راستے میں اس نے فضلو اور رشید کو دیکھا جو ایک نہر کے پار خوبصورت کپڑوں میں ملبوس ٹہل رہے تھے۔ اور جب انہوں نے نمبردار کی یہ حالت دیکھی تو انہیں بہت ترس آیا۔ مگر وہ نہر کے اس پار تھے اور وہ اسکی مدد نہیں کر سکتے تھے۔

غرض بوڑھا دوڑتا ہوا گیا اور آخر ایک پہاڑی کے قریب پہنچ گیا۔ پیچھے جو مڑ کر دیکھا تو سانپ کو نزدیک ہی پا کر پھر دوڑنا شروع کر دیا۔ بوڑھا نمبردار پہاڑی پر چڑھ گیا پہاڑی پر بوڑھے نمبردار نے عجیب منظر دیکھا کہ کچھ لوگ درختوں پر اُلٹے لٹک رہے ہیں۔ اب تو نمبردار کی رہی سہی امید بھی ختم ہو گئی۔ ادھر سانپ قریب سے قریب تر آ رہا تھا۔ ادھر نمبردار کو یہ ڈر تھا کہ کہیں اُسے بھی اسی طرح درخت پر نہ لٹکا دیا جائے۔ نمبردار نے جب آگے بڑھ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُلٹے ٹنگے ہوئے لوگوں کے جبڑے چرے ہوئے ہیں اور ان کے منہ سے پیپ اور خون بہہ رہا ہے۔ بوڑھا ابھی یہ منظر دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک دیو ہیکل چیز نے اُسے آ کر دبوچ لیا۔ اور کہا "ارے میاں کیوں ڈرتے ہو۔ آؤ یہ تمہارا ہی گھر ہے۔ یہ سب لوگ تمہارے ہی بھائی ہیں یہ بھی تمہاری طرح روزے نہیں رکھتے۔"

چچا نمبردار نے لاکھ چیخیں ماریں مگر اس دیو ہیکل نے نمبردار کو نہ چھوڑا اور اُسے گھسیٹ کر ایک درخت کے قریب لے گیا اس کی ٹانگیں باندھ کر اُسے درخت کی ٹہنی کے ساتھ لٹکا دیا گیا۔ اور پھر وہ آگ کی طرح تپتی ہوئی چھری لے کر جب اس کی باچھیں چیرنے لگا تو نمبردار نے اسقدر پرسوز چیخیں ماریں کہ اس کے گھر والے اکٹھے ہو گئے۔ نمبردار اب بھیگی بلی بنا بستر پر پڑا تھا۔ کچھ دیر بعد اُٹھا سیدھا مسجد پہنچا اور نماز پڑھی سب لوگ نمبردار کے مسجد میں آنے سے بہت حیران تھے۔ دوسرے روز سے نمبردار پکا روزے دار بھی بن گیا۔

اب چچا نمبردار کا زیادہ وقت مسجد میں ہی گذرتا تھا اور کچھ دنوں میں اسکی داڑھی بھی خاصی لمبی ہو گئی۔ لوگ انہیں اب "چچا نمبردار" کی بجائے "میاں نمبردار جی" کہہ کر پکارتے تھے۔

یہ جان کر دلی مسرت ہوئی کہ آپ اعلیٰ حضرت نمبر نکال رہے ہیں مولائے کریم آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور جزائے خیر سے نوازے (آمین)

(محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور)

خادمین کو بڑی مسرت ہوئی کہ ماہ صفر میں ترجمان اہلسنت کا اعلیٰ حضرت نمبر ہوگا امید ہے کہ آپ کے ختم نبوت نمبر کی طرح یہ نمبر بھی مثالی ہوگا۔

(ظہور الدین خاں سیکرٹری مجلس رضا لاہور)

اعلیٰ حضرت نمبر کے لئے حسب ارشاد منظوم سیرت اعلیٰ حضرت سے ایک ورق حاضر ہے۔

(اختر الحامدی الرضوی حیدرآباد)

نوازش نامہ موصول ہوا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ اعلیٰ حضرت نمبر نکال رہے ہیں یہ خبر باعث مسرت ہے۔

(پروفیسر محمد مسعود احمد ٹنڈو محمد خاں)

"ماہنامہ ترجمان اہلسنت" جو اس مشکل ترین دور میں عرصہ دراز سے اسلام کی سربلندی اور اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہے یہ آپ کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

محمد اکبر نعیم قصوری بھیرہ

ترجمان اہلسنت موصول ہوا۔ والہانہ عقیدت اور شوق سے مطالعہ شروع کیا۔ تمام مضامین معیاری اور قابل قدر پائے

عبدالرشید رضوی لائل پور

"ماہنامہ ترجمان اہلسنت" نظر سے گزرا۔ پڑھ کر از حد خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مذہب حقہ کی مزید اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابو ضیاء محمد حنیف ضلع گجرات

"ترجمان اہلسنت" ہر لحاظ سے بہت خوب پایا کتابت طباعت اور حسن ترتیب پر آپ کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

(محمد یٰسین لائل پور)

سب سے پہلے آپ کو جمہوریت کی خاطر قربانی دینے اور گرفتاری کے ایام میں ثابت قدمی واستقامت اختیار کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ قبول فرمائیں

ملک میں بحالی جمہوریت کے لئے دی جانے والی یہ گرفتاریاں کبھی رائیگاں نہیں جائے گی۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ جب ملک میں جمہوریت کا سورج طلوع ہوگا۔ اور ملک کے بدترین آمروں اور ظالموں کو اپنی آمریت اور ظلم کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

محمد صدیق قادری ملتان

"ترجمان اہلسنت" ہر ماہ باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اور روحانی سرور حاصل کرتا ہوں۔ اور ترجمان کے آنے کا بڑی بے چینی سے انتظار کرتا ہوں تمام مضمون بیحد پسند آتے ہیں۔ (محمد اکرم ساقی، حاصل پور)

ترجمان اہل سنت جو کہ ہمارا محبوب پرچہ ہے کا شمارہ "دسمبر" ملا۔ دلی خوشی ہوئی۔ ہمارا ادارہ المطالعہ غوثیہ عوام کی مفت خدمت کرتا ہے۔ آپ نے پرچہ جاری کرکے ہمیں شکریہ کا موقعہ فراہم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر نعم البدل عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارا پرچہ جاری رکھیں گے۔

(سیکرٹری انجمن گکھڑ منڈی گوجرانوالہ)

ختم نبوت نمبر جو آپ نے نکالا تھا اُسے دیکھ کر قادیانیوں کے ہوش حواس اُڑ گئے۔

اور مفتی صاحب کی سیر لاہور سے جو مضامین قسط وار شائع کر رہے ہیں بہت پسند آیا۔ ادارہ کی خدمت میں عرض ہے کہ علماء اہلسنت کی سوانح عمری کتابوں کی شکل میں شائع کریں مثلاً علامہ فضل حق خیر آبادی ——— صدر الشریعت حکیم الامت علامہ امجد علی۔ علامہ ابو الحسنات قادری وغیرھم۔

(مغیث احمد چشتی ملتان)

سواد اعظم کے لئے ترجمان نے جو کردار ادا کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ ہم ادارے کے کام پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں ہماری انجمن طلباء اسلام کے ساتھی ہر ماہ اس رسالے کو خوشی سے پڑھتے ہیں اور اسکی ترقی کے لئے دعا گو ہیں آپ سے گذارش ہے کہ آپ جمعیت علماء پاکستان کے صدر مولینا شاہ احمد نورانی جمعیت کے سیکرٹری مولانا عبدالستار خاں نیازی اور پروفیسر شاہ فرید الحق کا انٹرویو شائع کریں آپ کے اس کام سے پاکستان کے سواد اعظم کو ان رہنماؤں کی پالیسی کا اچھی طرح علم ہو جائے ہماری طرف سے ترجمان اہل سنت کے تمام ممبران کو سلام۔

(امجد خاور خاں سیالکوٹ)

ترجمان اہلسنت بہت ہی پسند آیا خصوصاً حضرت قبلہ مفتی صاحب برکاتی کا اور حضرت علامہ محمد ایوب صاحب دہلوی کا "مقصودِ کائنات" بہت پسند آیا۔

عبدالوہاب قادری رضوی

لاڑکانہ

جنوری کے شمارے کے خوب صورت ٹائیٹل کو دیکھ کر تو میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ بہت اچھا کیا کہ آپ نے ترجمان کے ٹائیٹل کو بدل دیا۔ آپ ہر ماہ مختلف ٹائیٹل، چھاپیں۔ اس سے رسالے کی خوبصورتی اور خریداری بھی بہت ہوتی ہے۔ بندے کی ایک حقیر تجویز قبول فرمائیے وہ یہ ہے کہ ظہور الحسن بھوپالی کا مستقل مضمون ترجمان میں ضرور شامل کیا جائے۔ (سید اشرف علی رضوی حیدر آباد)

بندہ اپنی کاوش لے کر حاضر خدمت ہے۔ امید ہے کہ پسند فرمائیں گے۔ ترجمان اہلسنت ہر ماہ مل جاتا ہے۔ مضامین تو بڑے ہی اعلیٰ ہوتے ہیں۔

(نور الحسن تنویر)

اخبارات کا احتساب

محتسب کے قلم سے

محترم قارئین! "ترجمانِ اہلسنت" نئی زندگی کے ساتھ میدانِ عمل میں ہے۔ عوام اہلسنت جو ملک میں سوادِ اعظم ہیں کے ساتھ ٹی وی۔ ریڈیو اور اخبارات کا رویہ ہمیشہ سے ہمت شکن رہا ہے۔

عید میلاد النبی ہو یا عاشورہ۔ خلفاء راشدین کے ایام ہوں یا بزرگانِ دین کے اعراس و روزانہ کے مذہبی پروگرام ابلاغ عامہ کے ذرائع جس طرح علماء اہلسنت پر بند کئے گئے ہیں۔ وہ عوام کے سامنے ہیں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر معمولی اور غیر اہم پروگراموں اور دوسرے فرقوں اور مسالک کے علماء کو اہمیت دی گئی۔ لیکن سوادِ اعظم کے علماء کرام کو نظر انداز کیا گیا۔ احباب اہلسنت نے ہماری توجہ اس افسوسناک حقیقت کی طرف مبذول کرائی ہے کہ اس مرتبہ یوم عاشورہ پر علماء اہلسنت کے مضامین اخبارات کو جاری بھی کئے گئے اور ان کو شائع کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا۔ لیکن بعض قومی اخبارات نے علماء اہلسنت کے مضامین کو اپنے جریدوں میں جگہ دینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ اس کے برعکس اقلیتی مسالک کے لوگوں کے مضامین تگ و دو کے بعد حاصل کئے اور شائع کئے جاتے رہے ہیں۔ احساسِ زیاں کی کمی کا یہ عالم ہے کہ اپیلوں اور احتجاجوں کے باوجود قومی اخبارات کا طرزِ عمل ہمارے ساتھ غیر منصفانہ ہے۔ ہم کسی اخبار کو جلاؤ گھیراؤ کی دھمکی تو نہیں دیں گے۔ کیونکہ یہ ہمارا شعار نہیں رہا لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ عوام اہلسنت باشعور ہیں۔ سوادِ اعظم ہونے کی حیثیت سے یہ ان کا حق ہے کہ ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع انہیں ان کی اکثریت کے اعتبار سے مقام دیں۔ اور اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو اب عوام اہلسنت کسی ایسے اخبار کو پڑھنا اور خریدنا پسند نہیں کریں گے جو علماء عوام اہلسنت کے ساتھ مسلسل زیادتی کر رہا ہو۔ اخبارات کو ان کے طرزِ عمل سے آگاہ کرنے کے لئے ہم آئندہ شمارے سے ایک خصوصی کالم، شروع کر رہے ہیں۔ جن میں مختلف اخبارات میں "سوادِ اعظم" کے COVERAGE کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں قارئین کے تعاون کا ہم خیر مقدم کریں گے۔

کراچی ائرپورٹ پر مولانا قادری کا تاریخی استقبال

—— مولانا سید سعادت علی صاحب قادری تین سال کامیاب تبلیغی دورے سے گذشتہ رات ساڑھے تین بجے پاکستان واپس پہنچ گئے۔ مولانا قادری جماعت اہلسنت کے ممتاز رہنما ہیں۔ آپ نے اس دورے میں سرینام جنوبی امریکہ کے علاوہ ہالینڈ، بلجیم، فرانس اور بہت سے دوسرے یورپی ممالک میں تبلیغی خدمات انجام دیں۔ مولانا کے استقبال کے لئے عوام رات ایک بجے سے ہی ہوائی اڈے پر جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ہوائی جہاز ایک گھنٹہ تاخیر سے جب کراچی پہنچا تو سینکڑوں افراد نے جن میں علماء، طلباء، کارکنان، خادمین، اور اراکین اسمبلی شامل تھے مولانا کا تاریخی استقبال کیا۔ ائرپورٹ کی چھت اور ہال میں استقبال کرنے والوں کے میلہ کا سماں تھا۔ مولانا کے استقبال کے لئے عوام بسیں، ٹرک اور کاریں لے کر ائرپورٹ پہنچے تھے، مبلغ اسلام نے ائرپورٹ پر خطاب کرتے ہوئے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا میں اب اپنے اندر پہلے سے زیادہ دینی جوش محسوس کر رہا ہوں۔ استقبال کرنے والوں میں مولانا جمیل احمد نعیمی، صوفی ایاز خاں نیازی، قائد حزب اختلاف شاہ فرید الحق اور دیگر اراکین صوباتی اسمبلی شامل تھے اس سے قبل —— ۴ بجے مولانا جب باہر نکلے تو ان پر پھول نچھاور کئے گئے۔ اور عوام نے سوادِ اعظم کی قیادت اہلسنت سعادت، اہلسنت سعادت" —— رہبر و رہنما مصطفےٰ مصطفےٰ پاکستان کے رہنما بوحنیفہ و رضا اور دیگر بہت سے نعرے لگائے۔

جلسہ یوم رضا

مرکزی مجلس رضا لاہور کے
زیرِ اہتمام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

کا یوم عرس شریف،

مورخہ ۱۷ مارچ بروز اتوار بوقت ۸ بجے صبح تا نماز ظہر

بمقام:۔ نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

انعقاد پذیر ہوگا

اس مبارک تقریب میں جوق در جوق شرکت فرمائیں

(الداعیان)

اراکین مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

نعیمیہ میں مولانا قادری کے اعزاز میں شاندار استقبالیہ

گذشتہ دنوں ـــــــ دار العلوم نعیمیہ میں مبلغ اسلام مولانا سید سعادت علی قادری کی وطن واپسی اور پروفیسر شاہ فرید الحق اور حاجی زاہد علی کی حج سے واپسی پر ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا۔ استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا قادری صاحب نے کہا کہ جنوبی امریکہ کے لوگ پاکستان کے بارے میں جو تصور رکھتے ہیں اُسے سنکر ہوش اڑ جاتے ہیں۔ وہاں کے عوام پاکستان کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہاں سینما یا خراب خانے ہوں گے۔ مولانا نے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ قائد وہ ہے جو کئی ماہ قبل بتلا دے کہ حالات کیا رخ اختیار کرنے والے ہیں۔ انہوں نے دیگر رہنماؤں کو بھی ان کے شاندار کارناموں پر مبارکباد دی۔ اس سے قبل پروفیسر شاہ فرید الحق، حاجی زاہد علی اور مولانا منیب الرحمٰن صاحب نے استقبالیہ سے خطاب کیا آخر میں مفتی سید شجاعت علی صاحب نے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے نعیمیہ کا تعارف کرایا۔ اختتام پر علامہ عبد المصطفیٰ الازہری نے دعا فرمائی۔

کراچی میں عرس رضوی پر مشاعرہ

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں کا سالانہ عرس مبارک دار العلوم امجدیہ کراچی میں حسب سابق عقیدت و احترام سے منایا جائے گا۔ پروگرام حسب ذیل ہے۔ مورخہ ۲۳ صفر بعد نماز عشا مشاعرہ ہوگا جس میں ملک کے نامور اور مشہور شعراء شرکت کریں گے مصرعہ طرح یہ ہے "حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے"، "قافیہ آئی۔ لائی۔ پائی" وغیرہ ردیف "ہے"۔ ۲۴ صفر بعد نماز عشا تقاریر علماء کرام۔ ۲۵ صفر صبح ۲ بجے دوپہر قرآن خوانی، دستار بندی طلباء، تقاریر، فاتحہ اور تقسیم تبرک ہوگا۔ مقامی علماء کے علاوہ بیرونی علماء کی آمد متوقع ہے۔

جمعیتہ علماء پاکستان کی سیلاب زدگان میں امدادی سرگرمیاں

مولانا محمد فاروق احمد قادری ضلعی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء پاکستان رحیم یارخاں نے اپنے ایک بیان میں (جو کہ بطور رپورٹ امدادی سرگرمیاں برائے سیلاب زدگان کے جاری کیا گیا ہے) بتایا ہے کہ ضلع رحیم یارخاں کے متاثرہ علاقوں کے تقریباً دس ہزار افراد کو جمعیت کی طرف سے از قسم ملبوسات گرم کمبل و جوڑے اور رچاتے وغیرہ سے امداد پہنچائی گئی ہے۔ علاوہ ازاں تقریباً آٹھ ہزار روپیہ بطور نقدی امداد کے مستحقین میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ یہ امداد کراچی جمعیتہ سے موصول ہونے کے علاوہ یہاں بھی مقامی طور پر جمع کی گئی تھی۔

گورنمنٹ ٹیکنیکل کالج میں انجمن طلبہ اسلام کی مکمل کامیابی۔

گذشتہ دنوں، گورنمنٹ ٹیکنیکل کالج حیدرآباد ---- کالج میں انتخابات ہوئے جس میں انجمن طلباء اسلام کے تمام امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئے طلبہ کے عظیم اجتماع سے قائد طلباء انور کمال راجپوت اور کامیاب طلباء نے خطاب کیا اور طلباء کو مبارک باد دی کہ انہوں نے انجمن پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

کامیاب طلباء میں تنویر قدیر جعفری، صدر۔ محمد افضل نائب صدر۔ انجم پرویز عارفی جنرل سیکرٹری اور شاہد پرویز جوائینٹ سیکرٹری منتخب ہوئے۔ طلبہ جلوس کی شکل میں پرلی ٹیکنیکل کالج سے گول بلڈنگ تک گئے۔ جہاں نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔ نعرۂ رسالت یارسول اللہ، انجمن، طلباء اسلام زندہ باد۔ اسد اللہ انصاری کو رہا کرو کے فلک شگاف نعرے لگائے گئے۔

قبول اسلام

میرپور آزاد کشمیر کے ایک عیسائی نوجوان وارث مسیح نے برضا و رغبت مولانا محمد بشیر صاحب مہتمم دارالعلوم محمدیہ نظامیہ میرپور کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ نومسلم کا نام محمد اقبال رکھا گیا۔

انگلستان میں اہل سنت وجماعت کی تبلیغی سرگرمیاں

اعلان کے مطابق مورخہ ۱۰ر فروری ۷۴ء بروز اتوار بلیک برن ۳۲/۶ ریڈنل اسٹریٹ کی مسجد میں انگلستان کے سنی علماء و مشائخ کا دوسرا اجتماعی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کے تفصیلی پروگرام درج ذیل ہیں۔

نظام الاوقات

پہلی نشست ---- سوا ایک بجے دن تا ۳ بجے۔ خطاب عام

دوسری نشست ---- سوا تین بجے سے ساڑھے چار بجے تک علماء و مشائخ کی خصوصی مجلس مشاورت۔

نوٹ! اس درمیانی وقفہ میں بعض علماء نے باقی حاضرین جلسہ کو طہارت و نماز کے مسائل کی تعلیم دی۔

تیسری نشست ---- بعد نماز مغرب تا ۶ بجے۔ خطاب عام۔ صلوٰۃ والسلام اور ضروری اعلان و دعا پر مجلس کا اختتام۔

اس بار مندرجہ ذیل عنوانات پر خطاب عام کی مجلسوں میں تقاریر ہوئیں۔

(الف) ایمان بالرسالت کب مکمل ہوتا ہے۔

(ب) اسلام میں عقیدے کی اہمیت؟

(ج) تنظیمی زندگی کے لوازمات کیا ہیں؟

امام اہلسنت کی چند خصوصی تواریخ

* تاریخ ولادت :۔ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء
* یوم ولادت :۔ بروز ہفتہ بوقت ظہر اس عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز ہوئے۔
* تاریخی نام :۔ آپ کا تاریخی نام المختار ہے۔
* سال ولادت بحساب جمل :۔ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ۱۲۷۲
* پدر بزرگوار :۔ حضرت علامہ شاہ نقی علی خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
* جد کریم :۔ حضرت علامہ رضا علی خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
* جائے ولادت :۔ ہندوستان کے شہر بریلی شریف کا محلہ جسولی۔
* ختم قرآن حکیم :۔ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۰ء (چار سال کی عمر میں)
* ہدایت النحو کی شرح :۔ آٹھ برس کی عمر ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں ہدایت النحو کی عربی شرح تحریر فرمائی۔
* آغاز نصیحت :۔ ماہ ربیع الاول چھ سال کی عمر میں پہلی بار ایک بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔
* دستار فضیلت :۔ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ سند و دستار فراغت حاصل فرمائی۔
* پہلا فتوٰے :۔ ۱۴ سال کی عمر میں دستار فضیلت کے دن ہی آپ نے رضاعت سے متعلق ایک فتوٰے تحریر فرمایا۔
* شادی مبارک :۔ آپ کی شادی ۱۲۹۱ھ میں ہوئی۔
* شرف بیعت :۔ جمادی الاولی ۱۲۹۴ھ میں حضرت سید شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ مارہرہ شریف کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔
* پہلا حج :۔ ۲۴ شوال ۱۲۹۵ھ کو اپنے والدین رحمھم اللہ کے ہمراہ پہلا حج ادا کرنے روانہ ہوئے۔
* دوسرا حج :۔ ۱۳۲۳ھ میں آپ نے زیارت حرمین شریفین کی زیارت کی۔ آپ کے ہمراہ حضرت ننھے میاں اور حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ ما صاحبزادگان تھے۔ اسی سفر میں آپ نے پانچ سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء کے جواب میں بغیر کتب دیکھے، حالت بخار میں صرف آٹھ گھنٹوں میں چار سو صفحات پر مشتمل کتاب الدولۃ المکیہ، بالمادۃ الغیبیہ کے نام سے تحریر فرمائی اور علمائے عرب نے اس پر بہترین تقاریظ لکھیں۔
* تاریخ وصال :۔ آپ نے وصال شریف سے چار ماہ ۲۲ دن قبل تاریخ ولادت کی طرح تاریخ وصال بھی قرآن سے ظاہر فرمائی۔ ویطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ واکواب۔ لہٰذا ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو مالک حقیقی کو پیارے ہوگئے۔

●

فاضل بریلوی کے

کے عادات واطوار

حافظ محمد رمضان

۱۔ احادیث کی کتابوں پر دوسری کتاب نہ رکھتے۔

۲۔ بات کاٹنے والے اور پاؤں پہ پاؤں رکھ کر بیٹھنے والے سے اظہارِ خفگی کرتے تھے۔

۳۔ گاؤ تکیہ استعمال نہ کرتے مگر جب کمر میں درد رہنے لگا تو گاؤ تکیہ استعمال کرنے لگے۔

۴۔ ذکرِ میلاد شریف میں دو زانو بیٹھتے تھے۔ وعظ کے دوران بھی دو زانو ہی بیٹھا کرتے تھے۔

۵۔ لفظ "محمد" سنکر صلے اللہ علیہ وسلم ضرور فرماتے تھے۔

۶۔ سوتے وقت جسم مبارک کو لفظ "محمد" کی شکل میں کر لیتے تھے۔

۷۔ کبھی قہقہہ بلند نہ کرتے تھے۔

۸۔ جمائی لیتے وقت دانتوں میں اُنگلی دبا کر آواز پیدا نہ ہونے دیتے۔

۹۔ قبلہ کی طرف رخ کرکے کبھی نہ تھوکتے اور قبلہ کی طرف پاؤں نہ کرتے تھے۔

۱۰۔ نماز عمامہ باندھ کر پڑھتے۔

۱۱۔ اپنا کنگھا اور شیشہ الگ رکھتے تھے۔

۱۲۔ مسواک ضرور کرتے۔

۱۳۔ سر مبارک میں چنبیل ڈلواتے۔

۱۴۔ تعویذ خدمتِ خلق کے طور پر مفت دیتے تھے۔

۱۵۔ دوکاندار آپ کو مفت سودا دینے کی کوشش کرتے یا کم قیمت لینا چاہتے۔ مگر آپ ہمیشہ بازار کی قیمت ادا کرتے تھے۔

۱۶۔ لوگوں کا دل رکھنا بہت ضروری سمجھتے۔

۱۷۔ مسجد سے گھر جاتے ہوتے عمامہ بغل میں دبا لیتے۔

۱۸۔ چلتے وقت بہت آہستہ قدم اُٹھاتے۔

۱۹۔ نگاہیں عام طور پر نیچی رکھتے۔

۲۰۔ زیادہ وقت تصنیف وتالیف یا فتوٰی نویسی میں گذارتے تھے۔

۲۱۔ مہمانوں اور عام لوگوں سے یک وقت عصر کے بعد ملاقات کرتے۔

۲۲۔ نماز بہت اطمینان اور سکون سے پڑھتے۔

۲۳۔ ہر شخص کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے۔

۲۴۔ حیثیت کے مطابق ہر شخص کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

بچوں کے لئے

مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ

از صفیہ نوری

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام سے کون واقف نہیں ـــــــــــــ

ایک مرتبہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ یورپ کے ممالک میں تعلیم پائی تھی، اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا، ریاضی کے کسی مسئلہ میں الجھ گئے۔ بہت کوشش کی لیکن سوال کا جواب نہ ملتا تھا۔ سوچا کہ جرمن جاکر اس کا حل تلاش کریں۔ چنانچہ جرمن جانے کی تیاری شروع کریں۔ ان کے ایک دوست پروفیسر سلیمان اشرف کو علم ہوا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ جرمن جانے سے پہلے بریلی چلے جائیں وہاں ایک مولانا ہیں مجھے امید ہے کہ آپ کے سوال کا جواب دے دیں گے۔ وائس چانسلر نہ مانے۔ کہ مولانا کو ریاضی سے کیا تعلق بار بار مجبور کرنے پر بالآخر ان مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ میں ریاضی کا ایک اہم مسئلہ پوچھنے آیا ہوں ان دنوں مولانا کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ مولانا نے کہا پوچھئے میں بتاتا ہوں۔ وائس چانسلر نے کہا اس کے لئے وقت درکار ہے۔ آسانی سے حل نہ ہوگا۔ مولانا نے کہا کہ آپ پوچھیں تو سہی؟ مولانا نے سوال سنتے ہی، اس کا جواب دے دیا۔ وائس چانسلر بہت خوش ہوئے اور پروفیسر سلیمان کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے یہ مشورہ دے کر جرمن جانے کی مشکل سے بچا لیا۔ اور پھر خوشی خوشی واپس آ گئے اور علی گڑھ پہنچ کر داڑھی رکھ لی اور اور نماز کے پابند ہو گئے ـــــــــــــ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ عظیم ریاضی داں مولانا کون تھے؟

یہ تھے اس صدی کے مجدد مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی جن کے علوم و فنون کا ڈنکا عرب و عجم میں بج رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھیں ہیں جو پچاس فنون پر مشتمل ہیں ان ہی کا لکھا ہوا یہ سلام آج بچہ بچہ کی زبان پر ہے ؎

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

Cover Printed at Spotlit Printers Karachi Phone: 222438